تاریخ تدوینِ حدیث

شائع کردہ

پاکستان حسینی مشن راولپنڈی

قیمت غیر مجلد [redacted]

مجلد [redacted] چار روپے

Rs. 4.00

سلسلۂ مطبوعات پاکستان حسینی مشن
راولپنڈی

تاریخ تدوین حدیث

و

تذکرۂ شیعہ محدثین

از

جناب مولانا سید مرتضیٰ حسین صاحب قبلہ

صدر الافاضل

تعداد ـــــــــ ۱۰۰۰

قیمت

مجلد ـــــــــ

غیر مجلد ـــــــــ Rs. 4.00

چار روپے

(... پریس راولپنڈی)

SYED F. RAZA,
14-H, Rizvia Society,
KARACHI-18.

تاریخ تدوینِ حدیث

maablib.org

اپنے قوّتِ بازو
علی رضاؑ کے نام

maablib.org

فہرست موضوعات

فہرست مآخذ	۱۳
پیش لفظ	۹
گزارش	۱۱
قصدِ اوّل	۱۷
تدوینِ اوّل	۲۰
خلاصہ صحیفۂ علیؑ	۲۷
صحیفۂ جابر بن عبداللہ	۲۹
عبداللہ بن عمرو عاص کا مجموعہ احادیث	۳۱
ابوذر غفاریؓ	۳۳
ابو رافع قبطی	۳۳
امیرالمومنینؑ پہلے مؤلفِ احادیث ہیں	۳۷
دوسرا دور	۴۱
آنحضرتؐ کے بعد حدیث و محدثین	۴۳
ابوالقاسم اصبغ بن نباتہ	۴۳
عبداللہ بن ابی رافع	۴۴

صاحبانِ اصول ۴۵

اصول اربعمأة ۴۶

اصول اربعمأة کی بعض موجود کتابیں ۴۹

عہد امام زین العابدین ۵۲

عہدِ امام محمد باقر ۵۳

تیسرا دور ۵۷

عہدِ صادقِ آلِ محمد ۵۸

زرارہ بن اعین ۶۰

ابان بن تغلب ۶۰

امام موسیٰ کاظم ۶۱

عہد امام رضا ۶۲

عہد امام حسن عسکری ۶۳

حصۂ دوم ۶۵

وجودِ مجامیع ۶۷

ابوجعفر احمد بن محمد برقی ۶۷

کتاب المحاسن ۷۱

ثقۃ الاسلام شیخ ابوجعفر محمد کلینی ۷۳

ابوالحسین احمد کاتب ۷۸

محمد بن ابراہیم نعمانی ۷۸

صفوانی محمد بن عبداللہ ۷۸

کافی ۸۰

شیخ ابوجعفر صدوق ۸۲

شجرۂ مشاہیر بابویہ ۸۵
صدوق کی ولادت ۸۶
عام حالات ۸۸
وفات ۹۱
اولاد و تلامذہ ۹۲
تصانیف ۹۳
شیخ ابوجعفر محمد طوسی ۹۸
سید مرتضیٰ علم الہدیٰ ۱۰۰
شیخ طوسی کا وظیفہ ۱۰۲
بغداد میں تباہی ۱۰۳
ہجرتِ نجف ۱۰۴
وفات ۱۰۵
اولاد ۱۰۶
شاگرد ۱۰۷
تصانیف ۱۰۷
تہذیب الاحکام ۱۱۳
الاستبصار ۱۱۵
حصۂ سوم ۱۱۹
دورِ جمع و تہذیب ۱۲۱
علامہ فیض ۱۲۲
شیخ حر عاملی ۱۲۹
تصانیف ۱۳۳

تفصیل وسائل الشیعہ	۱۳۴
علامہ مجلسی — جامع کتاب بحار الانوار	۱۳۷
ولادت و پرورش	۱۳۹
عالم بچپن	۱۴۰
اساتذہ	۱۴۱
کتب خانہ	۱۴۲
عہدۂ شیخ الاسلامی	۱۴۴
وفات	۱۴۶
تصانیف	۱۴۸
بحار الانوار	۱۴۹
دوسرے تصانیف	۱۵۵
حرف آخر	۱۶۱
حسین بن محمد تقی	۱۶۲
جامع المعارف والاحکام	۱۶۴
شیخ عباس قمی	۱۶۵
متحدہ ہندوستان میں حدیث	۱۶۶
اشاریۂ اسماء	

(۷۸۶)

پیش لفظ

"تاریخ تدوینِ حدیث" پاکستان حسینی مشن راولپنڈی کی ایک دقیع پیش کش ہے جسے اہلِ علم حضرات یقیناً قدر و منزلت کی نظروں سے دیکھیں گے۔

جناب مولانا سید مرتضےٰ حسین صاحب قبلہ صدر الافاضل لکھنوی نے اپنی اس قابلِ قدر تالیف میں علمِ حدیث کے سلسلے میں شیعوں کی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک ایسی وقتی ضرورت کو بڑی حد تک پورا کر دیا ہے جس کی طرف آج تک کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی تھی۔

کتاب کے حصۂ اول میں تاریخ کے اس اہم موضوع پر بحث کی گئی ہے کہ اقوال و افعالِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سب سے پہلے کب معرضِ تحریر میں لائے گئے اور انہیں قلمبند کرنے کے لئے پہلا قدم کس نے اُٹھایا؟

اس سلسلے میں بابِ مدینۃ العلم امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی گرانقدر خدمات پر روشنی ڈالی گئی ہے جو سب سے پہلے مرتب و مفسرِ قرآن ہی نہیں سب سے پہلے جامع و مرتبِ احادیث نبویہ بھی ہیں۔

حصۂ اول میں اُن صحابۂ کرام کی خدمات کا بھی تذکرہ ہے جنہوں نے احادیث کی جمع و تدوین میں حصہ لے کر اس اہم دینی فریضے کو انجام دیا۔

اس حصے میں حدیث کی باقاعدہ تدوین پر بھی تفصیلی بحث کی گئی ہے اور آنحضرتؐ کے بعد حدیث و محدثین، اصل" کی اصطلاحی تعریف، اصولِ اربعمأۃ کا تعارف، صاحبانِ اصول کا مختصر تذکرہ اور حضرات ائمہ معصومین علیہم السلام کے عہد میں حدیث پر کام کے زیرِ عنوان انتہائی مفید معلومات فراہم کی گئی ہیں۔

غیبتِ امام علیہ السلام کے بعد جب شیعوں کی علمی مشکلات حد سے بڑھ گئیں تو علمائے امامیہ نے ضرورت محسوس کی کہ محفوظ و مرتب اصول کو لکھا کیا جائے اور ابو جعفر برقی، علامہ کلینی، شیخ صدوق اور ابو جعفر طوسی رحمہم اللہ نے اپنے اپنے مجامیع مرتب فرمائے۔ حصۂ دوم میں ان مؤلفین کے حالاتِ زندگی درج کئے گئے ہیں اور اُن کی مرتب کردہ کتب احادیث پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے۔ حصۂ سوم میں علامہ محسن فیض، شیخ حر عاملی اور علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ جیسے مشہور پر نظر شیعہ علما کے حالاتِ زندگی بیان کئے گئے ہیں اور اُن کی شہرۂ آفاق تصانیف خاص طور پر وافی، وسائل اور بحار الانوار وغیرہ پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔

آخر میں "دورِ اشاعت" کے عنوان کے تحت علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کے بعد کے چند مقتدر علمائے حدیث مثلاً علامہ نوری، علامہ سید عبداللہ شبر، علامہ شیخ عباس قمی کا ذکر ہے اور سب سے آخر پاکستان اور ہندوستان کے اُن شیعہ علماء کا تعارف کرایا گیا ہے جنہوں نے اس برصغیر میں حدیث کے کام کو آگے بڑھا کر سعادتِ دارین حاصل کی ہے۔

اپنی افادیت اور موضوع کی ندرت کے لحاظ سے یہ کتاب ایک منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ مولانا صاحب قبلہ نے اپنی بارہ سالہ محنت کا ثمرہ اور تحقیق و تدقیق کا یہ بیش قیمت خزانہ مرحمت فرما کر اراکینِ پاکستان حسینی مشن راولپنڈی کی جو حوصلہ افزائی کی ہے اس کے لئے ہم موصوف کے تہِ دل سے ممنون و شکر گذار ہیں۔ خداوند کریم آپ کو جزائے خیر بخشے۔ ایسے مخلص اور باعمل علمائے کرام کا وجود یقیناً قوم کے لئے ایک نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔

برادرانِ ملت سے گذارش ہے کہ یہ کتاب زیادہ سے زیادہ تعداد میں خرید کر نہ صرف خود پڑھیں بلکہ اپنے اعزا اور احباب کو بھی اس کے مطالعہ کی ترغیب دلائیں۔ حسینی مشن، جو ایک خالص دینی ادارہ ہے، آپ سے صرف اسی قدر امداد کا طالب ہے۔

maablib.org

نیاز مند:- تحسین جعفری

ناظم شعبہ نشر و اشاعت پاکستان حسینی مشن راولپنڈی

گذارش

والدین مرحومین کی تمنا تھی کہ خادم دین بناؤں اسی وجہ سے انہوں نے پرورش و تعلیم میں میرے رجحانات کو اس طرف ڈھالنے کی کوشش فرمائی۔ سنہ ۱۳۶۵ھ میں جب صدر الافاضل جماعت اعلیٰ میں پہنچا تو اصول کافی کے درس میں فن حدیث و رجال سے دلچسپی ہوئی۔ چنانچہ اس تاثر کے نتائج آپ کے سامنے ہیں۔

میں نے کوشش کی ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ "علم حدیث" کے سلسلے میں شیعوں کی خدمات کا تاریخی تسلسل اور ان خدمتوں کی عظمت پر روشنی پڑسکے۔ بارہ برس کی مسلسل تلاش و فکر کے بعد اس موضوع پر کوئی مستقل کتاب دیکھنے اور سننے میں نہیں آئی۔ جناب سید الاطہار کا رسالہ "تدوین حدیث" علامہ صدر رح کے افادات ہی پر مشتمل نکلا۔ خود سید صدر رح کا موضوع تھا "فنون اسلام میں شیعوں کی بنیادی خدمتیں" اس لئے ان کی کتاب میں جو کچھ ہے وہ بہت ہے۔ اور اس سے زیادہ کی امید غلط ہے

میری کوششیں نہ تو کامیاب کہنے کے لائق ہیں، نہ اس قابل کہ اس نئے سلسلے میں خود کچھ کہوں۔ ہاں اس پر خوش ہوں کہ شاید عربی، فارسی، اردو میں یہ نقش اول دوسرے نقاشوں کے لئے کوئی رہبری کر سکے، اور افاضل و علماء و طلباء اس کے اغلاط کی اصلاح فرما کر ایک کار خیر کریں کہ

"الدال علی الخیر کفاعلہ"

دعا ہے کہ خداوند عالم بحق محمد و آل محمد اس خدمت کے اجر میں میرے والدین مرحومین کی مغفرت اور

اُن کے درجات کو بلند فرمائے۔

عبدہ المذنب عفی اللہ عن سیّئاتہ

السید مرتضیٰ بن قاسم بن اعجاز النقوی اللکھنوی مولداً۔

لاہوری سکناً۔ نجفی مدفناً انشاء اللہ !

یکشنبہ ۲۳ ذی قعد ۱۳۷۶ھ

۲۳ جون ۱۹۵۷ء

maablib.org

چند ماخذ کے نام

۱۔ فہرست نجاشی :۔ تالیف ابو العباس احمد متوفی سنہ ۴۵۰ھ طبع بمبئی سنہ ۱۳۱۷ھ

۲۔ فہرست الطوسی :۔ تالیف شیخ ابو جعفر طوسی، ترتیب و تلخیص منتجب الدین م سنہ ۵۸۵ھ طبع کلکتہ

۳۔ نضد الایضاح :۔ (بحاشیہ فہرس مذکور) تالیف علم الہدیٰ بن محسن فیض۔

۴۔ روضات الجنات :۔ تالیف میرزا محمد باقر خوانساری م سنہ ۱۳۱۳ھ طبع ثانی ۱۳۶۷ھ بتصحیح محمد علی روضاتی۔

۵۔ لؤلؤۃ البحرین فی الاجازۃ لقرتی العین :۔ تالیف یوسف بن احمد بن ابراہیم ماحوزی بحرانی م سنہ ۱۱۸۶ھ
تاریخ تالیف ۱۱ ربیع الاول سنہ ۱۱۸۲ھ۔ مطبوعہ ایران ۲ ذی حجہ سنہ ۱۳۴۰ھ۔

۶۔ الفوائد الرضویہ فی احوال علماء المذہب الجعفریہ :۔ تالیف شیخ عباس قمی (م سنہ ۱۳۵۹ھ)
طبع جدید تہران۔

۷۔ ہدیۃ الاحباب فی الکنیٰ والالقاب :۔ تالیف شیخ عباس، طبع نجف سنہ ۱۳۴۹ھ

۸۔ جلد سوم مستدرک الوسائل :۔ تالیف علامہ نوری م سنہ ۱۳۲۰ھ طبع سنہ ۱۳۲۱ھ۔

۹۔ تاسیس الشیعہ لعلوم الاسلام، طبع عراق سنہ ۱۳۷۰ھ / ۱۹۵۱ء

۱۰۔ عیون الرجال :۔ (تالیف سنہ ۱۳۳۱ھ) طبع تصویر عالم پریس لکھنؤ۔
ہر دو تالیف علامہ سید حسن صدر م ۱۱ ربیع الاول سنہ ۱۳۵۴ھ۔

۱۱۔ اسماء الرجال، ترجمۃ الاکمال، محمد ابو الحسن مؤلف فیض الباری۔ طبع محمدی لاہور سنہ ۱۳۱۸ھ۔

۱۲- قصص العلماء :- علامہ تنکابنی، طبع تہران چاپ خانہ حیدری۔

۱۳- فہرست کتب خطی، کتاب خانۂ عمومی معارف۔ جلد اول۔ تالیف عبدالعزیز جواہر کلام ۱۳۱۳

۱۴- مقدمہ صحیفہ ہمام بن مُنَبِّہ۔ طبع چہارم ۱۹۵۶ء۔ از ڈاکٹر محمد حمید اللہ پی، ایچ، ڈی۔

۱۵- تاریخ اہل حدیث۔ تالیف حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی۔ طبع لاہور ۱۹۵۳ء۔

۱۶- سنت خیر الانام

۱۷- تدوین حدیث، تالیف سید العلماء علی نقی۔ طبع امامیہ مشن لکھنؤ۔

۱۸- حیات مالک :- تالیف سید سلیمان ندوی۔ طبع اعظم گڑھ ۱۳۴۰ھ

۱۹- ترجمہ مجالس المومنین، (علامہ نور اللہ شوستری)

۲۰- تابعین ؛ تالیف معین الدین ندوی۔ طبع دار المصنفین۔

۲۱- اصابہ فی معرفۃ الصحابہ، تالیف ابن حجر

۲۲- استیعاب : تالیف عبدالبر یوسف ابن عبداللہ م ۳۸۰ھ۔ برحاشیہ اصابہ ہر دو طبع مصر ۱۹۳۹ء

۲۳- مقدمہ کتاب المحاسن برقی : ترتیب و مقدمہ سید جلال الدین محدث طبع تہران ۱۳۷۰ھ

۲۴- الذریعہ الی تصانیف الشیعہ، تالیف آغائے بزرگ تہرانی محمد محسن مدظلہم العالی مختلف جلدیں اور مختلف مطبعے۔

۲۵- امالی صدوق :- طبع ایران ۱۳۰۰ھ۔

۲۶- تنقیح المقال :- مامقانی طبع نجف ۱۳۵۲ھ۔

ان کتابوں کے علاوہ ادب و تاریخ، حدیث و رجال وغیرہ کی کتابوں سے بہت سے جزئیات حاصل کرنے کے لئے رجوع کرنا پڑا۔ ان کے مکمل حوالے حاشیوں میں بارہا۔ یہاں ان کے نام لکھ کر فہرست کو طول

نہیں دیا گیا ہے۔

بڑے افسوس کے ساتھ کہنے پر مجبور ہوں کہ بعض عمومی ماخذ، مثلاً ترجمہ اسلامی انسائیکلو پیڈیا (پٹنہ) موس الشاہیرانہ بدایونی اور اسلامی انسائیکلو پیڈیا (پیسہ اخبار لاہور) وغیرہ بڑے غیر ذمہ دارانہ معلومات کے حامل ثابت ہوئے ہیں۔

"خاندانِ نوبختی" تاریخ نوبخت و عقائد میں ایک اہم ترین کتاب ہے لیکن میری کتاب میں اس کے عمومی مطالعے کے علاوہ ایک آدھ جگہ حوالہ آیا ہے۔ عباس اقبال کا یہ کارنامہ قابلِ ذکر تھا کہ لوگ فائدہ اٹھائیں، اس لئے ذکر کیا گیا۔

مرتضےٰ

maablib.org

دورِ اوّل

- تدوین
- حضرت علیؑ
- صحابہ اور اُن کے مسانید
- تحقیق و تنقید و نتائج

maablib.org

تدوینِ اوّل
حضرت علیؑ
دوسرے صحابہ
مسانیدِ صحابہ

maablib.org

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا دور

نحمدک و نستعینک، ونستغفرک، ونصلی علی رسولک المصطفیٰ ونسلم علی ذریتہ النجباء وائمۃ الھدیٰ۔ لاسیما علی الامام الثانی عشر القائم بالنور والضیاء

دینِ اسلام کا دار و مدار جن ماخذ پر ہے، وہ اپنے تاریخی پس منظر میں اس قدر صاف اور واضح ہیں جن کی مثال تاریخِ مذاہب میں مشکل سے دستیاب ہو سکتی ہے۔

قرآن ـــــ و حدیث ـــــ دونوں مسلمانوں کا سرمایۂ افتخار اور اسلام کے ماخذِ احکام و سرچشمۂ ہدایت ہیں۔

اقوال و اعمالِ پیغمبر اعلانِ نبوت کے بعد خاص طور پر تاریخی اور مذہبی اہمیت حاصل کر چکے تھے، حضورِ کریم کی ہر نقل و حرکت، جنبشِ لب و آثارِ عمل، اگرچہ آیت و قرآن نہ تھے مگر اتباعِ قرآن، تفسیرِ قرآن، و ثانی قرآن، اور حجت بہر حال تھے، یہی اقوال و افعال آنحضرت کے بعد اُمت کے لئے رہنما، اور قرآن کے لئے بیان، مسائل کے لئے دلیل، قانونِ اسلام کے لئے وضاحت قرار پا کر ـــــ "سنت" کہلائے۔

یہ اقوال و افعالِ پیغمبر کب سے قلمبند ہوئے؟ کس نے لکھے؟ اور اس کام کی ابتدا کیوں کر ہوئی؟ اس علم کی تاریخ کا پہلا باب کس نام سے شروع ہوتا ہے؟ ـــــ ان مسائل پر بحث کی بڑی اہمیت ہے۔ ہم نے کوشش کی ہے

کر اس سلسلے میں بے لاگ گفتگو کرکے تاریخ کے اس گوشے پر روشنی ڈالیں۔

تدوینِ اوّل

تاریخِ مسلمات میں ہے کہ علی بن ابی طالبؑ سب سے پہلے اعلانِ اسلام کرنے والے، سب سے پہلے مجاہد، سب سے پہلے مرتب و مفسرِ قرآن، سب سے پہلے جامع و مرتبِ احادیثِ نبویہ ہیں۔

پیغمبرِ کریمؐ کے دورِ ہجرت میں اسلامی تبلیغ و فتوحات معاہدے اور خطوط، آیاتِ قرآن اور اہم احکام وغیرہ قلمبند ہوئے۔ کبھی تو یہ ہوا کہ آنحضرتؐ نے لکھوایا، کبھی لوگوں نے بطورِ خود لکھا۔ جو فرامین، معاہدات و دستور آنحضرتؐ نے لکھوائے۔ وہ مختلف مصادر و کتب میں موجود ہیں اور ایک آدھ اصل بھی موجود ہے۔ جیسے مکتوب بنام مقوقس شاہِ مصر، مکتوب بنام نجاشی شاہِ حبش[۱]۔ اس قسم کے اکثر خطوط و فرامین وغیرہ الوثائق السّیاسیۃ[۲] کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔ آنحضرتؐ کے کاتبین میں چونکہ حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ حضرتؐ کے پرورش کردہ اور قدیم ترین رفیق، رزم و بزم، شاگردِ آداب و احکام، حافظ فرائض و سنن تھے، اور پیغمبرؐ کے کاتبِ خاص تھے۔ اس لئے جنابِ امیرؑ ہی ان میں سے اکثر کے کاتب ہوں گے۔

اس کے بعد دوسرا درجہ آتا ہے انفرادی اور شوقیہ طور پر کتابِ حدیث لکھنا۔ اس سلسلے میں صحابہ کی رائیں مختلف تھیں، ابوسعید خدری نے کہا کہ:۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ — رسول اللہ نے فرمایا ہے: مجھ سے

---

[۱] اصابہ ج ۲ ص ۵۰۱۔ [۲] دونوں خطوط کے عکس شامل ہیں لیکن ہمارا صحیفہ ہمام ص ۲۹ ہے۔ م۔ [۳] اس کے مؤلف مقدمہ نگار صحیفہ ہمام ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب ہیں۔ م

قَالَ لَا تَكْتُبُوْا عَنِّيْ غَيْرَ الْقُرْاٰنِ وَمَنْ كَتَبَ عَنِّيْ غَيْرَ الْقُرْاٰنِ فَلْيَمْحُهُ، وَحَدِّثُوْا عَنِّيْ وَلَا حَرَجَ، وَمَنْ كَذَبَ عَلَيَّ (قال همام احسبه قال) مُتَعَمِّدًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ[1]

قرآن کے علاوہ کچھ نہ لکھا کرو، اور جس نے قرآن کے علاوہ (میری طرف سے) کچھ اور لکھا ہو وہ مٹا دے۔ مجھ سے روایت کرو، کوئی حرج نہیں ہے، اور جو مجھ پر جھوٹ باندھے (ہمام کا خیال ہے کہ (متعمداً) جان بوجھ کر بھی کہا) تو ایسے جھوٹے مفتری کی جگہ جہنم ہے۔

کتب رجال میں صراحت ہے کہ صحابہ میں ایک حضرت علیؑ ہی تھے جو کتابت اور تحریر احکام واحادیث کے کھلم کھلا قائل تھے اور فرماتے تھے کہ "قَيِّدُوا الْعِلْمَ بِالْكِتَابَةِ" علم کو لکھ کے ضائع ہونے سے بچاؤ۔

مصنفین کی فہرستوں، اور حدیث کی عام تاریخوں نے بلا اختلاف حضرت علی بن ابی طالبؑ کو جامع حدیث اور مؤلف صحیفہ، یا امالی لکھا ہے۔

بخاری ومسلم میں ہے:

حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ابْنُ سَعِيْدٍ قَالَ جَرِيْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ تَيْمِ التَّيْمِيِّ عَنْ اَبِيْهِ. قَالَ، قَالَ عَلِيٌّ: مَا عِنْدَنَا كِتَابٌ نَقْرَؤُهُ اِلَّا كِتَابَ اللّٰهِ غَيْرَ هٰذِهِ الصَّحِيْفَةِ[2]

تیمی اپنے والد کی زبانی کہتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا:۔ ہمارے پاس پڑھنے کی کتابوں میں قرآن کے بعد اس صحیفہ کے علاوہ اور کوئی کتاب نہیں۔

---

[1] صحیح مسلم جلد ۲ باب التثبت فی الحدیث وحکم کتابۃ العلم ص ۴۱۴ بحوالہ تاریخ اہل حدیث ص ۳۳۳ - مرتضٰے
[2] بحوالہ تدوین حدیث ص ۱۱۰ تاسیس الشیعہ فنون الاسلام، بخاری، کتاب الفرائض باب اثم من تبرأ من موالیہ - وکتابۃ العلم۔

غالباً اس کتاب کی توضیح میں تاریخ اہل حدیث ؎ کی یہ عبارت مفید ہوگی کہ:
"صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوجحیفہ (صحابی) سے روایت ہے۔ کہ انہوں نے حضرت علی سے سوال کیا کہ آیا آپ کے پاس ایسے مسائل بھی ہیں جو ہوں تو وحی خدا سے لیکن قرآن مجید میں (بالتصریح) موجود نہ ہوں؟ تو آپ نے (جواب میں) فرمایا:

خدا کی قسم! جو گٹھلی کو پھاڑ کر اگانے والا ہے، اور سب مخلوق خدا کا پیدا کرنے والا ہے ہمارے پاس لکھی ہوئی صورت میں تو صرف قرآن (شریف) ہے۔ اور قرآن کا فہم (استنباط) بھی ہے جو خدائے تعالیٰ اپنے کسی مسلم (بندے) کو عطا کرے۔ اور نیز یہ جو اس صحیفہ میں ہے۔ پھر میں (ابوجحیفہ) نے عرض کیا کہ اس صحیفہ میں کیا (لکھا) ہے؟

آپ نے فرمایا: قتل نفس، اور قطع اعضاء وغیرہ جرائم میں مظلوم کو معاوضہ دلانے اور (مسلمان) قیدی کو (دشمن سے) چھڑانے کے احکام (لکھے) ہیں۔

نیز یہ (لکھا) ہے کہ کوئی مسلمان کسی کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے۔

اس روایت میں اس امر کی تصریح نہیں ہے کہ یہ مسائل حضرت علیؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لکھوائے تھے یا آپ نے خود اپنی یادداشت کے لئے لکھ رکھے تھے۔ لیکن حضرت جابرؓ کی مندرجہ ذیل حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسائل آپ کو آنحضرتؐ نے لکھوائے تھے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَتَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى كُلِّ بَطْنٍ عُقُولَهُ

یعنی حضرت جابر کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھوایا کہ ہر بطن کی دیت اس کے اپنے ذمے ہے

؎ ص ۲۲۲ (طبع اول ۱۹۵۳ء)

ثُمَّ كَتَبَ أَنَّهُ لَا يَحِلُّ لِمُسْلِمٍ أَنْ يَتَوَالَى مَوْلَى رَجُلٍ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ إِذْنِهِ ثُمَّ أُخْبِرْتُ أَنَّهُ لَعَنَ فِي صَحِيفَتِهِ مَنْ فَعَلَ ذَلِكَ	پھر یہ بھی لکھوایا کہ کسی مسلمان کو جائز نہیں کہ دوسرے مسلمان کے آزاد کردہ غلام کا خود بخود مالک بن بیٹھے۔

پھر مجھے یہ بھی خبر دی گئی کہ آپ نے (اس) صحیفے میں ایسا کرنے والے پر لعنت بھی ذکر کی ہے[1]

ڈاکٹر حمید اللہ کے مقدمہ "صحیفہ ہمام بن منبہ" صفحہ ۲۳ سے کچھ اور تفصیلات بھی فراہم ہوتے ہیں کہ انہوں نے ابو جحیفہ کی روایت[2] نقل کرنے کے بعد لکھا ہے:۔

• ایک اور روایت کے الفاظ بخاری[2] میں یوں ہیں:۔

حضرت علی نے ہمارے سامنے خطبہ دیا، اور کہا:۔ ہمارے پاس کوئی کتاب نہیں جسے ہم پڑھیں بجز کتاب اللہ (قرآن) کے یا جو اس صحیفے میں ہے اور کہا کہ اس میں زخم کے ہرجانے کے قواعد (جراحات) اونٹوں کی عمریں (بغرض زکات) ہیں اور یہ درج ہے کہ مدینہ، جبل عیر سے فلاں مقام تک حرم ہے جو کوئی وہاں قتل کا ارتکاب کرے یا قاتل کو پناہ دے تو اس پر اللہ، فرشتوں، انسانوں سب ہی کی لعنت ہے۔ (قیامت کے دن) اس سے کوئی رقمی معاوضہ یا بدلہ قبول نہیں کیا جائے گا اور جو معاہداتی بھائی اپنے معاہداتی بھائی (فریق ثانی) کی اجازت کے بغیر کسی اور گروہ سے معاہداتی بھائی چارہ اختیار کرے تو اس پر بھی اسی طرح (لعنت) ہے۔ مسلمانوں (میں سے ہر ایک) کی ذمہ داری ایک ہی ہے (یعنی ایک کا دیا ہوا امن سب پر پابندی عائد کرتا ہے) جو کسی مسلمان سے عہد شکنی کرے تو اس پر بھی اسی طرح لعنت ہے۔"

---

[1] تاریخ اہل حدیث ص ۳۲۵ - یہ پوری عبارت کتاب مذکور ہی سے نقل ہے۔ مرتضیٰ

[2] بحوالہ بخاری کتاب العلم۔ باب کتابۃ العلم (۱/۲۱ حدیث ۱۱۱)

بخاری ہی کی ایک اور روایت[۱] اس سے ذرا زیادہ مفصل ہے، اس کا درمیانی فقرہ یوں ہے۔

" مسلمانوں کی ذمہ داری ایک ہی ہے، ان میں سے جو قریب ترین ہو وہ اس کی (تکمیل کی) کوشش کرے گا، اور جو کوئی کسی مسلمان سے عہد شکنی کرے گا اس پر لعنت، وغیرہ۔ غالباً اس سے مراد دستور مدینہ ہے[۲] جس کا ذکر اوپر آیا، اور جو سنہ ۱ھ میں رسول اکرمؐ نے نافذ فرمایا۔ مجملاً قواعد اس میں موجود ہیں۔ اس واقعہ کی ایک دوسری روایت جو مصنف عبدالرزاق بن ہمام الصنعانی[۳] میں ہے اور جو امام جعفر صادق سے مروی ہے، یہ ہے۔

جعفر بن محمد نے اپنے باپ سے اور انہوں نے باپ سے روایت کی ہے کہ انہیں رسول اکرمؐ کی تلوار کے قبضے پر ایک صحیفہ بندھا ہوا ملا، اس میں یہ بھی تھا کہ اللہ پر سب سے زیادہ گراں وہ شخص گذرتا ہے جو ایسے آدمی کو قتل کرے جو اسے قتل نہ کر رہا ہو اور جو ایسے آدمی کو مارپیٹ کرے جو اسے مارپیٹ نہ کر رہا ہو اور یہ کہ جو کسی قاتل کو پناہ دے تو قیامت کے دن اللہ اس سے کوئی معاوضہ یا بدلہ قبول نہ کرے گا۔۔۔۔۔

ایک تیسری روایت سنن ابی داؤد[۴] میں ہے جو یہ ہے:

" علیؓ سے مروی ہے۔ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (کے ارشادات) سے بجز قرآن اور اس چیز کے جو اس صحیفہ میں ہے کچھ نہ لکھا۔ کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ جبل عائر سے جبل ثور[۵] تک ایک حرم ہے جو کوئی قتل کا ارتکاب کرے یا قاتل کو پناہ دے تو اس پر اللہ۔۔۔۔۔ (دیکھئے اس سلسلے کی پہلی روایت جسے ص ۱۱ پر نقل کیا ہے)

۱؎ باب من عاہد ثم غدر (۳/۱۷۱)، صحیفہ ہمام ص۱۲۔ ۲؎ دنیا کا پہلا تحریری دستور مملکت، ڈاکٹر حمید اللہ کا ایک اہم مقالہ دیکھئے عہد نبوی کا نظام حکمرانی، طبع دکن۔ ۳؎ مقدمہ کتاب کے ص ۲۲ پر اشارہ کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے مدینے میں ایک فرمان و دستور جاری کیا تھا۔ ۴؎ جلد دوم باب الغصب ... مخطوط حیدرآباد و ترکی نیز دیکھئے امتاع مقریزی (۱/۱۰۴) میں ہے کہ دستور مدینہ رسول اکرم کی تلوار پر لٹکا رہتا ہے۔ حاشیہ صحیفہ ہمام۔ ۵؎ کتاب المناسک، باب تحریم المدینہ، حاشیہ صحیفہ ہمام۔ ۶؎ جبل عائر مدینے کی جنوبی حد ہے اور جبل ثور شمالی حد۔ حمید اللہ۔

...... ابن الشمیؓ بیان کرتے ہیں ...... اس قصے میں علیؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ فرمایا: اس (حرم مدینہ) کا نہ گھاس کاٹا جائے نہ شکار بھڑکایا جائے نہ کوئی لقطہ (کسی کی گری پڑی چیز) اٹھائی جائے، بجز اس کے کہ مالک کی تلاش میں عوام کو اطلاع دی جائے، اسی طرح کسی شخص کے لئے یہ درست نہیں کہ (لڑائی کے لئے) وہاں ہتھیار اٹھائے، اور نہ یہ درست ہے کہ وہاں کا کوئی درخت کاٹے بجز اس کے کہ کوئی شخص (اپنے اونٹ کو) چارہ دے" ....

یہ امر قابل ذکر ہے کہ صحیح بخاری کے ایک اور باب[1] میں اس واقعے کی جو تفصیل ملتی ہے اس سے گمان ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا یہ صحیفہ کافی طویل تھا اور کم سے کم چار سرکاری دستاویزوں کا مجموعہ تھا۔ یعنی جدول زکات، مدینے کو حرم قرار دینے کا اعلان، دستور مدینہ، اور خطبہ حجۃ الوداع۔

ممکن ہے یہ دستاویزیں حضرت علیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے لکھی ہوں، اور مثلاً جدول زکات کی نقلیں مختلف صوبوں میں بھیجی گئیں تو اصل مدینے ہی میں محفوظ رہی۔ اس سلسلے میں ہم نے خطبہ حجۃ الوداع کا بھی تذکرہ کیا ہے، کیونکہ زیر بحث حدیث کا ایک جز اس مشہور خطبے[2] میں بھی ملتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہی جز خطبہ ختم کر بھی رہا ہو ...... اور یہ بھی گمان ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ نے ان مختلف دستاویزوں کو ایک کے نیچے ایک چسپاں کر کے لپیٹ رکھا تھا، کتاب کی صورت میں جز بندی نہ کی تھی۔ بہر حال بخاری کی زیر بحث حدیث یہ ہے:

علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں مخاطب کیا، ایک منبر پر چڑھے جو اینٹوں سے بنا ہوا تھا، آپ پر ایک تلوار تھی

---

[1] بخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب ما یکرہ من التعمق والتنازع فی العلم (۲۹ / حدیث نمبر ۱۲) حمید اللہ

[2] دیکھئے الوثائق السیاسیہ نمبر ۲۸۷/ب - طبع مصر نیز دیکھئے تقیید العلم للخطیب ص ۸۸، ۹۰ - حمید اللہ

ہوئی تھی جس میں ایک صحیفہ لٹکا ہوا تھا، انہوں نے کہا: "اللہ کی قسم! ہمارے پاس کوئی کتاب نہیں ہے جو پڑھی جائے بجز کتاب اللہ (قرآن) کے یا جو کچھ اس صحیفے میں ہے۔ پھر آپ نے اسے پھیلایا (منتشر کیا) تو اس میں اونٹوں کی عمریں درج تھیں، اسی طرح اس میں لکھا تھا کہ عیر سے فلاں مقام تک مدینہ ایک حرم ہے۔ جو کوئی اس میں قتل کا ارتکاب کرے تو اس پر اللہ، فرشتوں، انسانوں سب کی لعنت ہے۔ اسی طرح اس میں لکھا تھا کہ مسلمانوں کی ذمے داری واحد ہے جس کے لئے الامین کا قریب ترین شخص جد و جہد کرے گا اور جو کوئی کسی مسلمان کے کئے ہوئے عہد کو توڑے تو اس پر اللہ، فرشتوں، انسانوں سب کی لعنت ہے۔ اللہ ایسے شخص سے کوئی بدلہ یا معاوضہ قبول نہ کرے گا، اسی طرح اس میں لکھا تھا کہ جو کسی گروہ سے اس کے مولاؤں کی اجازت کے بغیر قانونی بھائی چارہ اختیار کرے تو اس پر اللہ، فرشتوں، اور سب انسانوں کی لعنت ہے۔ اللہ ایسے سے کوئی بدلہ یا معاوضہ قبول نہ کرے گا"[1]۔ یہاں تک عام اسلامی مصادر و ان کی رائے تھی۔ شیعہ مصادر میں بعض اور اہم تفصیلات ملتے ہیں۔ فہرست نجاشی (ابو العباس احمد۔ نجاشی ۴۵۰ھ) سید حسن صدر (م ۱۳۵۴ھ) نے "تاسیس الشیعہ لعلوم الاسلام" اور آغائے بزرگ مد ظلہم نے "الذریعہ الیٰ تصانیف الشیعہ" اور دیگر اکابر و محققین نے "صحیفہ علی" کو اسلام کی سب سے پہلی کتاب ثابت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ کتاب اب تک موجود ہے، چنانچہ فہرست نجاشی، طبع بمبئی ص ۲۵۵ پر محمد عذافر کے تذکرے میں ہے کہ:

امام محمد باقر علیہ السلام (شہید ۱۱۴ھ) نے اپنے فرزند کو حکم دیا کہ بیٹا! ذرا کتاب علی لے آؤ! کتاب آئی تو اس ضخیم کتاب کو لوگوں نے دیکھا جس سے امام نے متعلقہ مسئلہ نکال کر پوچھنے والے کو دکھایا اور فرمایا:

---

[1] مقدمہ صحیفہ ہمام بن منبہ ص ۴۴۔

هٰذا خطّ علی علیه السلام و املاءُ رسول الله صلّی الله علیه وآله — یہ حضرت رسالت مآبؐ کی لکھوائی اور حضرت علیؑ کے دست مبارک کی لکھی ہوئی ہے۔

معلوم ہوا کہ یہ ضخیم کتاب تھی، اور دوسری صدی تک موجود تھی۔ آغائے بزرگ طہرانی تحریر فرماتے ہیں :-

امالی سیدنا ونبینا ابی القاسم رسول الله صلی الله علیه وآله املاه علی امیر المؤمنین علیه السلام وهو کتبه بخط الشریف — آنحضرتؐ کی امالی جسے امیر المومنینؑ نے قلمبند کیا۔

هذا اول کتاب کتب فی الاسلام من کلام البشر من املاء النبی وخط الوصی[1] — یہ اسلامی عہد میں انسانوں کی پہلی کتاب ہے جسے پیغمبرؐ نے لکھوایا اور علیؑ نے لکھا۔

خلاصہ صحیفۂ علی علیہ السلام

کتاب امالی صدوقؒ کی ستّرھویں مجلس ص ۳۵۲ پر ایک طویل حدیث ہے، جس میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی زبان مبارک سے حسین بن زیدؓ نے احکام و حدیث سُنے۔ سات صفحے سے زیادہ لمبی روایت کو سُن کر راوی (محمد بن زکریا) نے اپنے شیخ شعیب مازنیؒ سے دریافت کیا کہ یہ بیان اس قدر طولانی کیوں ہے؟ تو انہوں نے کہا:- میں نے حسین بن زید سے یہ سوال کیا تو انہوں نے کہا تھا۔

---

[1] - الذریعہ ج ۲ ص ۳۰۶۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ حدیث اس کتاب سے لکھی ہے جسے آنحضرتؐ نے لکھوائی، اور امیر المومنینؑ نے خود لکھی تھی [۱] اس تفصیلی جائزے سے معلوم ہوا کہ صحیفہ علیؑ

(۱) ضخیم کتاب ہے۔

(۲) اس کتاب میں احکام دیت واحادیث متفرقہ بھی لکھے ہوئے ہیں کیونکہ امام محمد باقر علیہ السلام نے محمد بن عذافر کے سامنے فرمایا تھا:۔

یا ابا محمد اذھب انت وسلمۃ وابو المقدام حیث شئتم یمینا وشمالا فواللہ لا یجدون العلم اوثق منہ عند قوم کان ینزل علیھم جبرئیل علیہ السلام [۲]	اے حکم (سائل مسئلہ) تم اور سلمہ اور ابو المقدام جتنی چاہے کنائیاں کاٹو، مگر یقین رکھو کہ اس کتاب سے زیادہ قابل وثوق علم ان لوگوں کے پاس نہ ملے گا جن کے یہاں جبرائیل آتے تھے۔

(۳) یہ احادیث واحکام خود پیغمبرؐ کے لکھوائے ہوئے تھے۔ اور اس کا دعویٰ یا تذکرہ کسی غیر کے لئے نہیں ملتا۔

(۴) کسی کی کتاب وسند محفوظ ومنضبط نہیں رہی سوائے اس کتاب کے کہ ائمہ کے پاس موجود تھی اور امام عصرؑ کے پاس آج بھی محفوظ ہے۔

(۵) اس کتاب کے علاوہ ابتدا سے تیسری صدی تک کسی کتاب کی تخصیص نہیں ہوئی۔

دوسرے صحابہ کے مجامیع حدیث:

---

[۱] ۔ امالی صدوق طبع قدیم ایران ص ۲۶۰ [۲] ۔ نجاشی ص ۲۵۵

امیر المومنینؑ کے علاوہ رجال و فہارس کی کتابوں میں کچھ اور حضرات کے نام بھی ہیں، ان میں سے کچھ شیعہ کتابوں میں ہیں جن کو شیعہ اپناتے ہیں، کچھ وہ صحابہ ہیں جن کو اہل سنت کے یہاں عظمت حاصل ہے۔

(الف) صحیفۂ جابر بن عبداللہ

۱۔ صحیح مسلم[1] کی روایت ہے کہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ[2] نے حج پر ایک رسالہ تالیف کیا تھا۔ یہ بھی مشہور ہے کہ مسجد نبوی (مدینہ) میں ان کا ایک حلقۂ درس تھا جس میں لوگ ان سے علم حاصل کرتے تھے[3] چنانچہ مشہور تابعی مورخ وہب بن منبہ کو بھی انہوں نے حدیثیں املا کرائی تھیں[4]۔ امام بخاری کی روایت ہے کہ مشہور تابعی قتادہ کہا کرتے تھے۔ مجھے سورۂ بقرہ کے مقابلے میں صحیفہ جابر زیادہ حفظ ہے[5]۔ ان کے ایک اور شاگرد سلیمان بن قیس الیشکری کہتے تھے کہ انہوں نے بھی حضرت جابر کی روایت کردہ حدیثیں لکھی ہیں[6] حضرت جابر سے اور لوگوں نے بھی درس لیا اور ان کے صحیفہ کی روایت کی ہے[7]۔ ڈاکٹر حمید اللہ کی یہ عبارت اور انہیں کے تفصیلی حوالے نقل کرنے کے بعد ان کے بقیہ دس مصنفین کے بارے میں جمع کردہ مواد کا خلاصہ یہ ہے کہ،

۲۔ حضرت ابوبکر نے اپنے عہد حکومت میں پانسو روایتیں جمع کی تھیں مگر ضائع کر دیں[8]۔

۳۔ حضرت عمر کو صحابہ نے مشورہ دیا کہ احادیث جمع کریں لیکن موصوف نے ایک مہینے تک غور کرنے کے بعد فرمایا،

---

[1] بحوالہ مناظر احسن گیلانی "تدوین حدیث" ۱/۱۰۱ مصنف عبدالرزاق میں بھی صحیفہ جابر بن عبداللہ کا حوالہ موجود ہے اور معمر نے اس سے روایتیں کی ہیں۔ دیکھئے مصنف باب الذہب۔ [2] معلوم نہیں کہ ان سے عبداللہ بن جابر۔ م ح۔ [3] اصابہ ج ص ۴۳ (مجھے یہ عبارت نہیں ملی۔ مرتضٰی)۔ [4] وہب ان کے شاگرد تھے۔ [5] التاریخ الکبیر بخاری ج ۴ ص ۲، بحوالہ مناظر احسن۔ [6] تہذیب التہذیب ابن حجر ۴/۲۱۵ (۳۶۹)۔ [7] حوالہ بالا، نیز مناظر احسن۔ [8] جامع معمر میں راشد، مخطوطات المقرود استانبول، باب کتاب العلم؛ نیز دیکھئے مصنف عبدالرزاق باب کتاب العلم (مخطوطہ ترکی) نیز تقیید العلم خطیب ص ۴۹ - بحوالہ حمید اللہ۔

إنّي كنتُ أريد أن أكتب السنن وإنّي ذكرتُ قوماً كانوا قبلكم كتبوا كتباً، فأكبّوا عليها وتركوا كتاب الله وإنّي والله لا ألبس كتاب الله بشيء أبداً	میں چاہتا تھا کہ احادیث لکھوں، مگر بعد میں مجھے اس قوم کا خیال آیا، جو ہم سے پہلے گذری، اس نے خود ایک کتاب لکھی اور جہت تن اس جانب متوجہ ہو گئی کہ اللہ کی کتاب ہی کو چھوڑ دیا۔

اس کے علاوہ انہوں نے روایت حدیث وتفسیر بالروایت دونوں کو اکثر منع کیا ہے چنانچہ سنن دارمی، ج ۱ ص ۸۵، ابن ماجہ ۱ ص ۱۶، مستدرک حاکم ۱ ص ۲ ۱۰۲، جامع بیان العلم ۲ ص ۱۲۰، تذکرۃ الحفاظ ۱ ص ۳، شرح ابن ابی الحدید ۳ ص ۱۲۰ وغیرہ ملاحظہ ہو (الغدیر ۶ ص ۲۹۴)

۴۔ سمرہ بن جندب کے بارے میں بھی ہے کہ انہوں نے ایک بڑا رسالہ لکھا تھا۔

۵۔ سعد بن عبادہ کے پاس بھی ایک صحیفہ تھا جس میں انہوں نے احادیث جمع کی تھیں۔

۶۔ عبداللہ بن عمر کے بارے میں ہے کہ وہ اپنے غلام رافع کو لکھاتے تھے۔

۷۔ عبداللہ بن عباس چونکہ مشہور مؤلف ہیں اور ان کے گھر سے بہت سی کتابیں نکلی ہیں اس لئے یقین ہے کہ انہوں نے بھی لکھا ہوگا۔

۸۔ ابوہریرہ دوسی نے بھی آخری عمر میں ایک مجموعہ مرتب کیا تھا جس میں سے ایک ذخیرہ تو رجسے

ل ہمارا ماخذ نقل واقعہ اگرچہ ڈاکٹر حمید اللہ کی عبارت ہے۔ دیکھئے مقدمہ صحیفہ ہمام ص ۳۹ لیکن بقول حمید اللہ یہ واقعہ۔ بخاری کتاب العلم، باب کتابۃ العلم ۴۹ حدیث ۱، اور بقول امینی صاحب الغدیر ج ۶ ص ۲۹۷ طبع ۱۳۷۲) طبقات ابن سعد ۳ ص ۲۰۶۔ مختصر جامع بیان العلم ص ۳۳ پر بھی ہے۔ مرتضیٰ

ہڈیوں پر لکھا تھا) جلا ڈالا۔ دوسرا ذخیرہ وہ تھا جو عبدالعزیز بن مروان (م ۸۶ھ) کے پاس تھا۔

۹۔ عبداللہ بن عمرو عاص کا مجموعہ احادیث

جناب ابوہریرہ نے، عبداللہ بن عمرو عاص کی خصوصی طور پر تعریف کی ہے چنانچہ:۔

وفی صحیح البخاری، من طریق وھب بن منبہ عن اخیہ ھمام عن ابی ھریرۃ قال:۔ لم یکن من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم، اکثر حدیثا منی، الا عبداللہ بن عمر فانہ کان یکتب ولا اکتب[1]

صحیح بخاری میں بسلسلۂ روایت وہب بن منبہ سے جنہوں نے اپنے بھائی ہمام کے ذریعے ابوہریرہ سے بیان کیا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ: صحابۂ رسول اللہ، صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں مجھ سے زیادہ روایتیں کسی کی نہیں، سوائے عبداللہ بن عمر کے وہ لکھتے تھے۔ اور میں نہ لکھتا تھا۔[2]

پھر استیعاب (ص ۳۳۹) کے پر ہے:۔ وقال ابوھریرۃ: ماکان احد احفظ لحدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منی، الا عبداللہ بن عمرو فانہ کان یعی بقلبی، وکان یکتب وانا لا اکتب، استاذن رسول اللہ صلی اللہ

اور ابوہریرہ کہتے ہیں کہ حدیث رسول (ص) کا مجھ سے زیادہ کوئی حافظ نہ تھا۔ سوائے عبداللہ بن عمرو (عاص) کے، کہ وہ میرے دل کی طرح یاد رکھتے، اور وہ لکھتے بھی تھے میں لکھتا نہ تھا کہ جب انہوں نے آنحضرت (ص) سے اجازت لی تو

---

[1] اصابہ ج ۲ ص ۲۰۳ طبع مصر ۱۹۳۹ء م۔ [2] صحیح بخاری کتاب العلم وباب کتابۃ العلم [3] حاشیہ اصابہ ج ۲ طبع مصر ۱۹۳۹ء نیز استیعاب طبع دکن ج ۱ ص ۳۸۲ - بحوالہ تاریخ اہل حدیث

علیه وسلم فی ذلک فاذن له   آپ نے اجازت دے دی تھی۔

لیکن خود عبداللہ بن عمرو بن عاص کی تالیف کا حال یہ ہوا کہ عن عبداللہ بن عمرو قال کنت اکتب کل شیئ اسمعه من رسول اللہ، ارید حفظه فنهتنی قریش فقالوا انک تکتب کل شیئ تسمعه من رسول اللہ، ورسول اللہ بشر یتکلم فی الغضب، فامسکت عن الکتاب، فذکرت ذلک لرسول اللہ، فقال والذی نفسی بیده ما خرج منی الا الحق (تفسیر ابن کثیر، ذلکم ج ۴ ص ۲۴۷ بحوالہ سنت خیرالانام ص ۹۰)

"عبداللہ بن عمرو عاص نے کہا کہ میں رسول کی زبان مبارک سے جو کچھ سنتا تھا اسے لکھ لیتا تھا کہ یاد کر لوں گا، لیکن قریش نے مجھے منع کیا، اور کہا کہ تم تو ہر بات لکھ لیتے ہو، حالانکہ رسول اللہ انسان ہی ہیں غصے میں بھی بولتے ہیں، چنانچہ میں نے ـــــ لکھنا چھوڑ دیا ـــــ اور اس کا تذکرہ آنحضرت سے کیا، انہوں نے فرمایا:

اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، مجھ سے ہمیشہ حق بات ہی ہوگی۔

بہرحال عصری تحقیقات دہیں تک پہنچ سکے ہیں۔ ان کے علاوہ تفصیل ابھی تک معلوم نہیں ہوئے یعنی چند صحابہ کے تالیفات کا نام لیا گیا، جن میں بعض کتابیں غیر مرتب، بعض کی کتابیں خود ان کی ضائع کر دیں۔

ب۔ ابوذر غفاری

گذشتہ بیانات علماء اہل سنت کے تحقیقات واشارات سے متعلق تھے، اور ان اصحاب کے تالیفات مسانید کا ذکر تھا جسے انہوں نے لکھا ہے۔

ہماری کتابوں میں امیرالمؤمنین کے علاوہ جن صحابہ کا تذکرہ کیا ہے، ان میں حضرت ابوذر غفاری

اور اُن کے مسند صحیفے کا ذکر ہے۔ اسی طرح حضرت

سلمان فارسی

کے مسند کا تذکرہ بھی ہے[۱]۔ اور عام طور پر ان کے تالیفات میں آیات قرآن کے فارسی ترجموں ہی کا نام ملتا ہے[۲]

ابو رافع اسلم قبطی

آنحضرتؐ کے صحابی، اور وابستۂ دامن آل محمدؐ تھے ان کی تالیف صدیوں محفوظ رہی اور رگ پڑھتے پڑھاتے رہے۔ ابو رافع عباس بن عبد المطلب کے غلام تھے، آقا نے آقائے کونین جناب رسالت مآب کی خدمت میں پیش کر دیا۔

ابو رافع کے کئی نام بتائے جاتے ہیں، یہ یقینی نہیں کہ ان میں سے کون سا نام اُن کا تھا۔

حافظ ابن حجر نے تقریب میں: ابراہیم، ثابت اور ہرمز۔ نام لکھا ہے[۳]۔

شیخ عباس قمیؒ نے: ابراہیم اور اسلم لکھا ہے[۴]۔

اسلام و آزادی ابو رافع کچھ دن غلامی میں رہے، ایک دن وہ اپنے پہلے آقا جناب عباس بن عبد المطلب کے اسلام کی خبر لائے۔ نجات دہندہ عالم نے اس خبر آوری اور مژدہ دہی کے صلے میں آزاد کر دیا۔ یہ بدر سے پہلے اسلام لائے اور چونکہ اس زمانے میں یہ مکے میں تھے اس لئے بدر میں شریک نہ ہو سکے۔

---

[۱] تاسیس الشیعہ علم حدیث۔ [۲] ملاحظہ ہو مقدمہ صحیفہ ہمام ص ۲۹ بحوالہ مبسوط سرخسی جلد اول ص ۳۷

[۳] فہرست نجاشی ص ۲ و ۳ تاسیس ص ۲۸۰ استیعاب حاشیہ اصابہ ص ج ۱۹۳۹ و ص ۹۱ پر اور ج ۴ ص ۶۷ اسلم نام ہی لکھا ہے اور اسی کو صحیح قرار دیا ہے۔ اصابہ ج ۴ ص ۶۸ پر سنان اور یسار اور ابراہیم کا مختلف بھی بتایا ہے۔

[۴] ۔ ہدیۃ الاحباب ص ۱۸۔

شادی و اولاد۔ آنحضرتؐ نے اپنی کنیز سلمیٰ سے شادی کر دی تھی۔ ابو رافع کے دو بچے اُن کے بطن سے تھے[1] سلمیٰ نے جناب ابراہیم فرزند نبیؐ کی ولادت کے موقع پر قابلہ کے فرائض انجام دیئے اور جنگ خیبر میں شریک تھیں[1]۔

ہجرت اول۔ ابتدائی دورِ اسلام میں آقا کے ساتھ غلاموں نے بھی برابر کے مصائب اٹھائے، اور جب روز افزوں پریشانیاں خطرۂ جان بن گئیں تو پیغمبر کے حکم سے ان لوگوں نے حبشہ کا سفر کیا۔ ابو رافع بھی اس قافلے میں تھے، اور جب یہ لوگ واپس آئے تو ابو رافع مکے میں مقیم ہوئے[2] بقول صاحب استیعاب اسی وجہ سے بدر میں شریک نہ ہو سکے۔

ہجرت دوم۔ بدر کے بعد مدینے آئے اور خیبر و خندق اور دوسری لڑائیوں میں شریک ہوئے۔

عشقِ رسولؐ۔ علامہ نجاشیؒ نے خود ان سے روایت کی ہے کہ

ایک مرتبہ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے دیکھا کہ حضور پر وحی نازل ہو رہی ہے، یا آرام فرما رہے ہیں، اور سامنے سانپ ہے۔ یہ منظر دیکھ کر سوچنے لگے کہ اگر سانپ مارتا ہوں تو حضرتؐ کے آرام میں خلل ہوگا۔ اگر یوں ہی چھوڑ دیتا ہوں تب بھی خطرہ ہے۔ آخر سانپ اور حضور کے بیچ میں لیٹ گئے۔

کچھ دیر کے بعد حضرتؐ کی زبان وحی ترجمان کو حرکت ہوئی اور آیہ:

إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ

---

[1] ذیل المذیل ص ۳۰۔ [2] استیعاب حاشیہ اصابہ ج ۱ ص ۶۴۔ [3] نجاشی

وَهُمْ رَاكِعُونَ۔[1]

اس کے بعد حضرت علیؑ کے بارے میں کچھ کلمات مسرت ارشاد فرمائے، اور اُن سے متوجہ ہوکر دریافت کیا۔

تم یہاں کیسے؟

اُنھوں نے سارا واقعہ بیان کیا، حضرتؐ نے حکم دیا کہ اس سانپ کو مار ڈالو جب سانپ مار چکے تو حضرت نے اُن کا ہاتھ پکڑا اور فرمانے لگے۔

کیف انت وقوما یقاتلون علیاً، وھو علی الحق وھم علی الباطل یکون فی حق اللہ جہادھم، فمن لم یستطع جہادھم فبقلبہ فمن لم یستطع فلیس وراء ذلک شیٔ۔

ابو رافع! اس وقت تمہارا رویہ کیا ہوگا؟ جب لوگ باطل پر ہوتے ہوئے علیؑ سے جنگ کریں گے۔ اور علیؑ حق پر ہوں گے اور فی سبیل اللہ لڑیں گے۔ اگر کوئی تلوار سے کر شریک جنگ نہ ہوسکے تو دل سے ساتھ دے کیونکہ اس کے بعد کوئی درجہ ہی نہیں ہے۔

ابو رافع نے عرض کی!

آقا میرے لئے دعا فرمائیے کہ وہ اپنی توفیق شامل حال فرمائے اور مجھے قوت دے کہ اُن دشمنوں سے لڑ سکوں، تو آپ نے دُعا کی۔

اَللّٰھُمَّ اِنْ اَدْرَکَھُمْ فَقَوِّہٖ وَاَعِنْہُ۔ خدایا! اگر یہ اُس دور کو پائے تو قوت و امداد عطا کرنا۔

---

[1] سورہ مائدہ ی ۵۵

پھر وہاں سے تشریف لائے، اور لوگوں سے فرمایا:۔

اگر تم لوگ میرے اور میرے اہل بیت کے امانت دار کو دیکھنا چاہتے ہو تو میرے نفس کے امین ابو رافع کو دیکھ لو:۔

ابو رافع بعد وفات نبیؐ وفات پیغمبرؐ کے بعد امیر المومنینؑ کے وابستگان و دلدادگان میں سے ہے۔ عہد خلافت امیر المومنینؑ میں جب جنگ جمل کی تیاریاں ہو رہی تھیں، یہ لوگوں کو بیان کردہ واقعہ سناتے تھے اور جب لشکر کشی شروع ہوئی تو انہوں نے اپنی خیبر کی زمین اور گھر بیچ کر سفر کیا۔

نصرت علیؑ پچاسی برس کی عمر میں جذبات کا جوش اور نصرت و حمایت امیر المومنینؑ فخریہ اپنے فضائل بیان کرتے وقت کہتے تھے کہ:۔

" الحمد اللہ، دو بیعتیں کیں۔۔۔ عقبہ و رضوان ۔۔۔ دو قبلوں کی طرف نماز پڑھی۔ بیت المقدس ۔۔۔ قبلہ اول اسلام ۔۔۔ و خانہ کعبہ ۔۔۔ تین ہجرتیں کیں، جناب جعفرؓ کے ساتھ حبشہ۔ رسول اللہ کے ساتھ مدینہ۔ اور اب علیؑ کے ساتھ کوفے آیا ہوں۔

وفات اصابہ و استیعاب وغیرہ میں قول مختار یہی ہے جسے ذہبی نے لکھا ہے کہ امیر المومنینؑ کے ابتدائی دور خلافت میں وفات پائی (۱)۔ لیکن علامہ نجاشی و نور اللہ شوستری و رجال شیعہ لکھنے والوں نے حتمی طور پر شرکائے جمل و ناصرین امیر المومنینؑ میں لکھا ہے۔ بلکہ یہ بھی کہا ہے کہ حضرتؑ نے بیت المال کا محافظ مقرر فرمایا تھا۔ بلکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب امام حسنؑ مدینے تشریف لائے تو ابو رافع ہمرکاب تھے اور مدینے میں رہنے کو مکان نہ تھا۔ امام حسنؑ نے اپنے پدر بزرگوار کا آدھا مکان رہنے کو دیا تھا اور ینبع کی زمین معاش کے لئے دی تھی۔ (۲) آغائے بزرگ مدظلہ نے الذریعہ جلد دوم ص ۱۵۳ پر سنہ وفات پچاس ہجری

لکھا ہے اور کہا ہے کہ بعد انتقال اُن کا مکان معاویہ نے خرید لیا تھا۔

فرزند اُن کے دونوں بیٹے عبیداللہؓ اور علیؑ امیرالمومنین کے معتمد و کاتب تھے۔ عبیداللہ کی طرح علی بن ابورافع خادمان ویں میں رہے اُن کی کتابیں بہت اہم سمجھی جاتی تھیں۔

ابورافع کی کتاب رسول اللہؐ کے اصحابی اور امیرالمومنینؑ کے اس دوست نے ایسی کتاب حدیث بھی چھوڑی جو صدیوں محفوظ رہی:۔

"کتاب السنن والاحکام" اُن کی تالیف کی روایت شیخ جلیل ابوعباس نجاشی نے بھی کی ہے۔ اور اُن کے عہد میں اس کے نسخے ملتے تھے۔

امیرالمؤمنینؑ پہلے مؤلف احادیث ہیں۔

ہم نے مؤلفین احادیث پیغمبرؐ کے بارے میں پیشِ نظر تفاصیل کو پیش کر دیا ہے۔ یقین ہے کہ صاحب نظر اس بات سے اتفاق کرے گا کہ گذشتہ توضیحات میں بہت سے جزئیات ایسے ہیں جن کی روشنی میں یہ کہنا آسان ہے کہ امیرالمومنینؑ نے قطعاً احادیث کو جمع کیا۔ اور سب سے پہلے جمع کیا۔ کیونکہ:۔

ا۔ خلفاء ثلثہ کے بارے میں جو بیانات ہیں ان میں سے صرف جناب ابوبکر کے لئے بعض نے یہ لکھا کہ روایات جمع کئے، لیکن انھیں ضائع کر دیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید ان کو کوئی خصوصی دلچسپی نہ تھی، یا یہ کہ اُن کے نزدیک یہ کام مفید نہ تھا، جیسا کہ انہوں نے خود فرمایا۔ دوسرے یہ کہ اگر انہوں نے یہ فریضہ انجام دیا ہوتا تو اصحاب رجال وفہارس کچھ تفاصیل تو بتاتے، حالانکہ تفاصیل تو کیا اصل تالیف ہی کا تذکرہ ایک آدھ کے علاوہ کسی نے نہیں کیا۔

عبداللہ بن عمر ظاہر ہے کہ صحابہ کے طبقہ اول میں نہیں ہیں، جابر بن عبداللہؓ، ابوذرؓ اور سلمانؓ ایک قریہ حضرت امیرالمومنینؑ کے مقابلے میں بہت بعد میں لائے دوسرے ان کے سوانح کا پس منظر مشتبہ ہو جاتا ہے مگر ان کی عملی زندگی وہی معلوم ہوتی ہے جبکہ پیغمبر اکرمؐ کا آخری دور تھا۔ ابورافع بھی ان حضرات سے زیادہ مختلف نہیں۔

۱۔ امیرالمومنین علیہ السلام کی عملی شخصیت سے قطع نظر کرکے یہ بات مسلم ہے کہ حضرتؑ بچپنے ہی سے نبی کریمؐ کے شاگرد، شریک کار، اور کاتب خصوصی تھے۔ خطوط، عہد نامے اور صلحنامے آیات احکام، دستور العمل حکامؐ وغیرہ لکھنے کا کام ابتدا ہی سے آپ کے پاس تھا۔ اس لئے آپ کو شوق کے مطابق ذوق کے مطابق ان چیزوں کو محفوظ کرنے کا موقعہ سب سے پہلے ملا۔

۲۔ تاریخ و رجال میں مسلم ہے کہ حضرت سب سے بڑے قاضی اور جج تھے۔ صحابہ گواہ ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا تھا "اقضاکم علی" اور خود نامی صحابی کہتے تھے کہ "اقضانا علی" (ہم میں سب سے بڑے قاضی علی ہیں) ظاہر ہے کہ اس منصب کے ذمہ دار کے پاس کچھ ماخذ و احکام کا جمع ہونا یقینی ہے۔ چونکہ امیرالمومنین ابتداء اسلام سے منصب دار تھے[۲] اس لئے قطعاً صحیفہ کی تالیف سب سے پہلی تالیف ہوگی۔

۳۔ صحاح اور تاریخوں میں ہے کہ وفات پیغمبرؐ کے بعد امیرالمومنین خانہ نشین ہو کر جمع و تفسیر و قرآن میں مصروف ہو گئے، گویا فطری طور پر حضرت حدیث و قرآن کو جمع کرنے اور مرتب رکھنے کے قائل اور عامل تھے۔

۴۔ صحیفہ علی کے بارے میں جو تفاصیل ہم تک پہنچی ہیں ان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے اور اس

---

[۱]۔ دیکھئے الوثائق السیاسیہ۔ [۲]۔ دیکھئے کتاب قضاۃ علی طبع جدید نجف

سے اہم کوئی کتاب صحابہ کے پاس نہ تھی ورنہ اس دور میں اس کا چرچا ضرور ہوتا اور جزئیات ہم تک پہنچے ہوتے۔

۵۔ نہج البلاغہ میں اصولِ روایت، اور تنقید روات پر ایک مختصر رسالہ یا حضرت ؑ کی ایک تقریر موجود ہے[۱]۔ جسے صدوق نے خصال اور کلینی نے کافی میں بھی نقل کیا ہے کہ سلیم بن قیس ہلالی[۲] نے دریافت کیا تھا کہ لوگوں کے پاس طرح طرح کی روایات ہیں انہیں کیسے جانچا جائے۔ حضرت ؑ نے ایک طویل تقریر فرمائی ہے۔

۶۔ خود امیرالمومنین ؑ نے فرمایا ہے۔

وقد كان يكون من رسول الله صلى الله عليه وآله الكلام له وجهان: فكلام خاص، وكلام عام، فيسمعه من لا يعرفه ما عنى الله به، ولا ما عنى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فيحمله السامع ويوجهه على غير معرفة بمعناه، وما قصد به وما خرج من اجله وليس كل اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان يسئله ويستفهمه، حتى ان كانوا ليحبون ان يجيئ الاعرابي والطارئ فيسئله

رسول اللہ ؐ کے ارشادات دو قسم کے ہوتے تھے۔ عام گفتگو، اور خاص باتیں۔ یہ حدیثیں ایسے لوگ سُن لیتے تھے جنہیں یہی معلوم نہ ہوتا تھا کہ خدا اور رسول ؐ کا اس سے مطلب کیا ہے، چنانچہ یہ شخص اس کا خود ساختہ مطلب بنا لیتا، اور کوئی توجیہ تجویز کر لیتا، نہ اسے یہ خبر کہ اصل میں مطلب کیا ہے، کیوں یہ بات کہی گئی۔ اور یہ بھی تھا کہ ہر صحابی حضرت ؐ سے سوال بھی کرتا اور سمجھتا بھی نہیں تھا، بلکہ اُن کی تمنا یہ ہوتی

[۱] ۔ نہج البلاغہ طبع مصر، حاشیہ محمد عبدہ ص ۲۲۹ ۔ [۲] منہاج البراعۃ ج ۲ ص ۲۲۲

حتی یسمعوا وکان لایمر بی من ذالک شیئ الاسألت عنہ وحفظتہ ..... [1]

حتی کہ کوئی دیہاتی یا اجنبی شخص آئے اور حضرت سے کچھ پوچھے، اور یہ لوگ اسے سنیں۔

مجھے کوئی ایسا موقع نہ چھوٹتا تھا کہ میں حضرت سے خود نہ پوچھ لیتا ہوں اور محفوظ نہ کر لیتا ہوں۔" ـــ

چنانچہ حضرت علی کی سیرت کو پانے والے اصحاب ائمہ ہمیشہ خلفاء رسول یعنی ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کے روایات سنتے اور قلمبند کرتے رہے ۔ یہی تالیفات اصطلاح محدثین میں "اصول" کہے جاتے ہیں۔ جن پر ہم آئندہ صفحات میں روشنی ڈالیں گے۔

---

[1] - نہج البلاغہ محمد عبدہ ص ۳۵۱-۳۵۲م

دوسرا دور

باقاعدہ تدوین

madblib.org

- آنحضرتؐ کے بعد حدیث و محدثین
- اصل کی اصطلاحی تعریف
- اصول اربعمائہ کا تعارف
- صاحبانِ اصول کا مختصر تذکرہ
- ائمہؑ کے عہد اور حدیث

maablib.org

دوسرا دور

آنحضرتؐ کے بعد حدیث اور محدثین

حضرت ختمی مآب صلی اللہ علیہ وآلہ کے بعد صحابہ عام طور پر لوگوں کو احکام و تعلیم کے موقعوں پر کوئی نہ کوئی قول یا فعل رسولؐ بتاتے تھے، لیکن مسلمانوں کے پھیلنے اور ضروریات کے بڑھنے میں مسائل اور ضروریات میں تنوع پیدا ہوا، اور اب صحابہ کے قول و افعال بھی حجت بننے لگے۔ چنانچہ فقہ و حدیث و تفسیر کا ایک بہت بڑا حصہ اس قسم کے روایات سے پُر ہے۔

ائمہ اہل بیتؑ کو وارثِ علوم پیغمبرؐ و شارح احکام و قرآن[1] ماننے والوں نے اپنایا اور ہر ایک کو چھوڑ کر سب سے بڑے قاضی، حلال مشکلات دروازہ شہر علم امیر المومنینؑ سے رجوع کیا اور آج تک اسی دروازے سے کسب علوم کر رہے ہیں۔

صحابہ کے بعد تابعین یا اصحاب ائمہ اہل بیتؑ نے اس طرف خصوصی توجہ فرمائی اور اقوال و سیرت رسولؐ و ائمہ معصومینؑ کو قلمبند کرنے کو اپنا فخر سمجھا، چنانچہ

۱۔ **ابوالقاسم اصبغ بن نباتہ** کوفی، مجاشعی، تمیمی نے امیر المومنینؑ کی خدمت میں رہ کر فیض حاصل کیا تھا، اور حضرت کی طویل دستوری تالیف وہ خط بنام مالک اشترؒ کو محفوظ کر کے مابعد صدیوں

---

[1]۔ نہج البلاغہ ج ۲

کے لئے ایک قابل فخر خدمت انجام دی۔ اور تنہا یہی کتاب نہیں بلکہ اور چیزیں بھی قلمبند کیں، جن میں:

کتاب القضاء لامیر المومنین: جو بقول علامہ سبط الحسن ہنسوی آقائے سید حسن آملی کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔[1]

۲۔ عبد اللہ بن ابی رافع

حرث بن سمیع کہ انہوں نے مسائل و احکام فقہ پر روایات جمع کیں۔

ان کے علاوہ

علی بن ابی رافع، عبید اللہ بن حر جعفی، یعلے بن مرہ کے مؤلفات کا تذکرہ فہرست طوسیؒ اور فہرست نجاشی وغیرہ میں موجود ہے۔ اس عہد کے تالیفات کو ہمارے محدثین اصول کہتے ہیں۔[2]

اصل

کی تعریف آقائے بزرگ طہرانی محمد محسن ادام اللہ ظلہم العالی نے الذریعہ جلد دوم ص ۱۲۶ میں بایں الفاظ لکھی ہے۔

"ما کان المکتوب فیہ مسموعا للمؤلف عن المعصوم او عمن سمعہ منہ۔ لا منقولا عن مکتوب"

وہ کتاب جسے مؤلف نے خود معصومؑ سے سن کر جمع کیا یا اس سے سن کر قلمبند کیا ہو، جس نے خود معصوم سے سنا بہرحال کسی کتاب سے نقل نہ کیا ہو۔

---

[1] ۔ الکتب والمکتبات الاسلام معبود رسالہ العلم۔ لکھنؤ اگست ۱۹۵۵ء۔ [2] فہرست طوسی طبع کلکتہ، نجاشی طبع بمبئی، نیز دوسرے کتب رجال خصوصاً الذریعہ الی تصانیف الشیعہ، طبع عراق و ایران

سالقین کے نزدیک اعتبار روایت کے اصول

واضح ہے کہ اس صورت میں احادیث کا معصوم سے مروی ہونا اور الفاظ و مفہوم کا محفوظ ہونا نسبتاً قطعی ہو جاتا ہے۔ اب اگر مؤلف معتبر ہے تو کتاب قطعاً معتبر ہوگی۔ چنانچہ قدماء کے یہاں احادیث و روایات کے اعتبار کا انہی پر دار و مدار تھا۔ شیخ بہائی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا ذکر یوں کیا ہے:

۱۔ وجود الحدیث فی کثیر من الاصول الاربع مئۃ المشہورۃ المتداولۃ عندھم	۱۔ وہ حدیث ان کے یہاں رائج شدہ اصول اربعمائۃ[1] میں سے اکثر میں ہو۔
۲۔ تکرار الحدیث فی اصل او اصلین منہا باسانید مختلفۃ	۲۔ حدیث ایک یا دو اصولوں میں مختلف سندوں (راویوں) سے مروی ہو۔
۳۔ وجودہ فی اصل رجل واحد معدود من اصحاب الاجماع۔	۳۔ وہ حدیث ایسے مؤلف کی اصل میں ہو (جس کی توثیق پر اجماع ہو) جو اصحاب اجماع میں ہو۔

چنانچہ کلینی سے شیخ الطائفہ جناب طوسی تک عموماً ایسے ہی چند اصولوں پر عمل ہوتا رہا۔

صاحبانِ اصول

وہ اصحاب ائمہ جنہوں نے روایات کو کتابی شکل میں جمع کیا "اصحاب اصول" کہلاتے ہیں۔ چونکہ ان میں سے بہت سے ایسے لوگ تھے جن کے مسند مکمل و مرتب نہ تھے، کچھ ایسے تھے جن کے تالیفات ضائع ہو گئے، کچھ ایسے تھے جن کے مجموعے مختصر اور اس عہد میں بہت اہم نہ تھے اس لئے لوگوں نے توجہ نہ کی، کچھ کتابیں

---

[1] وہ چار سو اصلیں جن کا تعارف آگے آتا ہے

ایسی تھیں کہ بعد والوں میں سے جنہوں نے حدیث پر کام کیا انہیں دستیاب نہ ہوئیں اس لئے لوگوں نے نام نہ لکھے۔

اصول محفوظ کیوں نہ رہے

تاریخ اسلام کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی جانتا ہے کہ ائمہ اہل بیت اور ان کے شیعوں کو ہمیشہ مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا، حکومتوں کی مخالفت، اور حکومت سے متاثر عوام کی اکثریت نے زیادہ سے زیادہ ان کو نظر انداز کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ اسلام کی عام تاریخوں میں بھی ائمہ اثنا عشر علیہم السلام اور شیعوں کے حالات نہیں ملتے، اور اگر اتفاق سے کسی شخصیت کو لکھنا پڑا تو قلمکار کا قلم تنگ رگ کے چلتا یا زیادہ سے زیادہ مخالفت کرتا ہے۔ اور اس کے باوجود اس کے عوام اسے اپنے دائرے سے نکال کر "شیعہ" کہہ کر گویا سب کچھ لکھ دیتے ہیں۔

عوام کا یہ عالم کہ امیر المومنین علی بن ابی طالب ؑ کے بعد سے آج تک شیعہ کا وجود برداشت نہیں کرتے چہ جائیکہ خواص و علماء شیعہ۔ جنہیں قتل کرنے، خاندانوں کو تباہ کرنے اور ان کے علمی ذخائر کو تاراج کرنے کو فخر سمجھا جاتا تھا۔[1]

چنانچہ بغداد میں شیعہ محلوں کی آتشزنی یادگار ہے کہ ان میں بار بار آگ لگی، اور تلعکبریؒ، شیخ مفیدؒ، سید مرتضیٰؒ اور شیخ الطائفہ جیسے اکابر کے نہ معلوم کتنے کتب خانے جلے اور کیسے کیسے نوادر ضائع ہوئے۔

اصول اربعمائۃ

آئمہ دین کی ان جلاوطنی نے جس طرح مرکز سے محروم کیا اسی طرح بے شمار کتابوں سے خالی ہاتھ کر دیا۔ چنانچہ

---

[1] ملاحظہ ہو ابوبکر خوارزمی کا وہ خط جو اس نے شیعیان نیشاپور کے نام لکھا تھا "رسائل خوارزمی" طبع مصر۔ نیز تاریخ ابن کثیر۔ تاریخ البغداد حدیثا و قدیما۔ تتمۃ منتہی الآمال از شیخ عباس قمی از فتوحات فیروز شاہی طبع لاہور وغیرہ۔

وہ بے شمار کتابیں جن کو سابقین نے دیکھا تھا۔ متاخرین یعنی علامہ برقی وکلینی ؒ کے عہد یا اس کے قریب چار سو (۴۰۰) کتابیں منتخب کی گئی تھیں یہی کتابیں "اصول اربعمأۃ" کہلائی جانے لگیں۔ صاحبان مجامیع (یعنی صاحب محاسن، کافی، استبصار، من لا یحضرہ الفقیہ، اور تہذیب الاحکام) نے ان کتابوں کو سامنے رکھ کر احادیث کے ضخیم مجموعے تیار کر کے ان کا ذخیرہ محفوظ کر لیا۔

صاحبانِ فہرست اور مؤلفین کتب رجال نے ان مصنفوں اور کتابوں کے بارے میں معلومات کو قلمبند کر دیا۔ چنانچہ فہرست ابن ندیم فہرست ابوالعباس نجاشی (۴۵۰ھ) فہرست طوسی (۴۶۰ھ) میں بہت کچھ موجود ہے اور اب ہمارے زمانے میں جناب آغائے بزرگ نے "الذریعہ الی تصانیف الشیعہ" کی طویل و ضخیم جلدوں میں ان متفرقات کو جمع کر کے علم و تاریخ پر احسانِ عظیم فرمایا۔

جدید ترین اطلاعات کی روشنی میں کہا جاتا ہے کہ اب مجامیع کے علاوہ منفرداً جن اصول تک دسترس ہے وہ چوبیس کتابیں ہیں۔ چنانچہ سرکار آغائے بزرگ مدظلہم کے مکتوب گرامی کے اصل الفاظ یہ ہیں۔

"اول کتاب حدیث کہ در نزد شیعہ ھا تالیف شدہ "اصول اربعمأۃ" بودہ۔ این تفصیل چہار صد اصل را در جلد دوم ذریعہ از ص ۱۲۵ تا ص ۱۶۶ نوشتہ ام بیست و چہار عدد آنہا بعین ھمان ترتیب اولی خودشان موجود اند و باقی دیگر را

شیعوں کے نزدیک "اصول اربعمأۃ" پہلے تالیف ہیں۔ میں نے ان چار سو اصلوں کی تفصیل "ذریعہ" جلد دوم ص ۱۲۵ سے ۱۶۶ تک لکھی ہے۔ ان میں سے چوبیس کتابیں اصل حالت میں اب تک محفوظ و موجود ہیں اور دوسری اصلیں چونکہ مرتب نہ تھیں اس لئے

چون مرتب نہ بود لذا ولا ثقۃ الاسلام
کلینی (۳۲۹) و ابن شیخ صدوق (۳۸۱)
و بعد شیخ طوسی (۴۶۰) عین عبارات و الفاظ
آنہا را جمع نمودہ بترتیب کتاب ہائے
فقہ از طہارت تا دیات در کتب اربعہ
جمع کردہ، کہ بسہولت ہر کسے ہر
حدیثے را بخواہد در باب خودش
مراجعہ می کند۔ سلہ

پہلے ثقۃ الاسلام کلینی م متوفی ۳۲۹ھ پھر شیخ
صدوق متوفی ۳۸۱ھ پھر شیخ طوسی متوفی ۴۶۰ھ
نے اصل الفاظ و عبارات کو فقہی ترتیب پر مدون و
جمع کر دیا۔ یعنی یہ اصول، طہارت (وضو و غسل
کے احکام) سے لے کر دیات (شرعی سزائیں اور
جرمانے) تک یوں مرتب کئے گئے کہ جس شخص کو
جس موضوع پر حدیث تلاش کرنا ہو وہ بآسانی
تلاش کر سکتا ہے۔

"الذریعہ الی تصانیف الشیعہ" میں تین جگہ ان اصول کے بارے میں تفصیل موجود ہے، پہلے تو دوسری جلد میں جیسا کہ آغائے محترم نے تحریر فرمایا، دوسرے جلد ششم طبع اول ۱۳۶۶ھ میں صفحہ ۳۴ سطر ۲ سے صفحہ ۳۷۴ تک "کتاب الحدیث" کے عنوان سے اور پھر جلد نوں میں "نوادر" کے عنوان سے جامع فہرست تحریر فرمائی ہے سلہ

ان مقامات کے علاوہ بھی بعض مقامات پر بعض کتابوں اور اصول کا ذکر ہے۔

دوسری جلد میں حسب تصریح مؤلف مدظلہ العالی تقریباً ایک سو تین "اصول" کا ذکر ہے، اور جلد ششم میں تقریباً سات سو بیالیس "کتابیں" لکھی ہیں۔ ان میں بعض وہ ہیں جو "اصل" کے عنوان سے

سلہ مکتوب گرامی بنام حقیر مؤلف مورخہ ۱۵ ربیع المولود ۱۳۸۰ھ۔ سلہ جیسا کہ جلد ششم ص ۳۰۲ پر مؤلف مدظلہ نے تحریر فرمایا ہے۔ میں نے یہ جلد ابھی تک نہیں دیکھی۔

لکھ چکے ہیں۔

اصول اربعماۃ کی بعض موجود کتابیں

وہ کتابیں اور اصلیں جو اب تک محفوظ ہیں، ان میں سے چودہ کتابوں کے ایک مجموعہ کا ذکر حاشیہ

ذریعہ ج ۶ ص ۲۱۸ پر بایں الفاظ ہے۔

کتاب الحدیث:۔ از جعفر بن محمد بن شریح حضرمی۔

وھو حتی الیوم قد بقی بعین ترتیب احادیثہ وصورتہ المکتوبۃ علی الھیئۃ الاولیۃ لہ، کتب اصلہ:۔ ابو الحسن محمد بن الحسن بن الحسین بن ایوب قمی ..... الخ

یہ کتاب احادیث کی اصل ترتیب اور اصل مؤلفہ شکل وصورت پر باقی ہے۔ اصل کتاب کے کاتب و ناقل ہیں:۔ ابو الحسن محمد بن حسین بن ایوب قمی پھر انہوں نے اپنے شیخ ابو محمد ہارون بن موسیٰ تلعکبریؒ سے سنا جس کی خود اپنے خط میں تصریح کی ہے۔ پھر اسی کاتب کی حیات میں اسی نسخے سے شیخ منصور بن حسن آبی نے نقل کیا اور آخر میں لکھا کہ اسے ابن ایوب قمی ایدہ اللہ کے مخطوطے سے نقل کیا۔ ظاہر ہے کہ ایدہ اللہ کا صریح مطلب یہ ہے کہ کاتب زندہ ہے۔ اس کے بعد چہار شنبہ ۲ ذیقعدہ ۳۷۴ھ جو تاریخ لکھی ہے جو ممکن ہے کہ تاریخ کتابت ہو، اور یہ بھی امکان ہے کہ ابن ایوب نے جناب تلعکبری سے اس تاریخ میں سماعت کی ہو۔

لہ۔ تلعکبری متوفی ۳۸۵ھ بنی شیبان سے تھے اور بغداد کے قریب (سامرے سے جاتے ہوئے) دجیل کے علاقے میں تل عکبر نامی گاؤں کے رہنے والے تھے۔ چوتھی صدی میں اصول وکتب اصحاب کے سب سے بڑے راوی و خزانہ دار تھے۔ چنانچہ زیر بحث مجموعے کی کتابوں کے استناد کے علاوہ کئی کتابیں اور بھی ان کے یہاں سے لوگوں کو ملی ہیں۔ مثلاً نصر بن مزاحم کی کتاب الصفین، جس کا ایک مصری ایڈیشن (طبع ۱۳۶۵ھ) میرے پیش نظر ہے۔ جناب نجاشی مدح کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ

بہرحال یہ نسخہ حسب تصریح ابتدائے بحار خود علامہ مجلسیؒ کے پاس تھا، اور وہیں سے یہ نسخے پھیلے اس کی پہلی سند تلعکبری ہیں۔ اور کتاب مذکور کی پہلی حدیث جناب امام محمد باقر علیہ السلام سے ہے کہ:

من سرّہ ان لا یکون بینہ وبین اللہ حجاب یوم القیامۃ فلیتول آل محمدؐ وآل محمد "

جسے یہ پسند ہو کہ اس کے اور (رحمت) خدا کے درمیان قیامت کے دن کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ اسے محمد وآل محمد سے محبت کرنا چاہیے۔

اس کتاب کے علاوہ:

۲ حسین بن عثمان بن شریک ۳۔ خلاد سندی ۴۔ درست بن ابی منصور ۵۔ زید زراد ۶۔ زید نرسی ۷۔ سلام بن ابی عمیرہ ۸۔ عاصم بن حمید ۹۔ عباد عصفری ۱۰۔ عبداللہ بن یحییٰ ۱۱۔ عبدالملک بن حکیم ۱۲۔ علی بن اسباط ۱۳۔ مثنی بن ولید ۱۴۔ محمد بن مثنیٰ کے اصول ہیںؔ۔ ان کتابوں کے بعض انفرادی کتب خانوں میں دوسرے مخطوطے بھی ہیں جن کا آغا ئے بزرگ مدظلہم نے تذکرہ فرمایا ہے

ان اصول کے علاوہ عہد اوّل کی ایک اور کتاب یوں تو مدت سے مطبوع ومروج ہے لیکن اب مزید توجہ واہتمام سے مکمل کتاب شائع ہوئی ہے، اور وہ ہے۔

۱۵۔ کتاب سلیم بن قیس

سلیم بن قیس، کو فی خاندان بنی عامر سے نسبتی سلسلہ ملتا ہے، ابو صادق کنیت تھی، شیعیان

میں ان کے صاحبزادے ابو جعفر کے ساتھ ان کے گھر میں جایا کرتا تھا۔ اور لوگ اُن سے پڑھتے ہوتے تھے"
(م ۳۰۸ ء) یہ مفید طرح صدوق کے شاگرد، اور اپنے عہد کے سب سے زیادہ مشہور، اور متعدد کتابوں کے مؤلف ہیں۔

ؔ۔ ملخص عبارت ذریعہ اللہ ذریعہ حاشیہ ۳۱۸

علم میں مشہور اور محبتِ اسلام میں بھرپور تھے۔

تابعین میں ایسے خوش نصیب لوگ کم ہیں کہ جنہوں نے دامنِ اہلبیتؑ سے وابستگی بھی رکھی، مصائب بھی اٹھائے روایات بھی جمع کیے۔ تبلیغِ دین بھی کی اور کئی معصوموں کا دور بھی دیکھا۔ اور حجاج بن یوسف کی شدید دشمنی کی وجہ سے اپنے دوست ابان بن عیاش کے یہاں پناہ لی۔ اور ضعیفی کے عالم میں ۹۰ھ کے قریب وفات پائی۔

سلیم، عابد و زاہد ہونے کے علاوہ علوم اسلام اور ملفوظاتِ پیغمبرؐ کے عاشق تھے۔ ابوذرؓ، مقدادؓ جیسے صحابہ سے روایتیں لیں۔ امیرالمومنینؑ سے مطالب سمجھے۔ آنحضرتؐ کی حدیثوں کے مشکلات اور راویوں کی جرح و تعدیل کے اصول دریافت کر کے علمِ درایت کا دروازہ کھول دیا۔ نہج البلاغہ میں امیرالمومنینؑ کی تقریر موجود ہے۔[1] جس سے درایت و حدیث کے تمام مسائل نکالے گئے ہیں۔ ہم نے اس تقریر کا ایک حصہ پہلے نقل کیا ہے۔

اس تقریر اور کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی نظر وسیع اور معلومات کافی ہیں اور یہی امتیاز تھا کہ اُن کی "اصل" مکمل و مرتب طور پر مقبولِ خاص و عام ہوئی چنانچہ ابن ندیم نے "اول کتاب ظہر للشیعہ" (یعنی شیعوں کی پہلی کتاب جو ظاہر و عام ہوئی) لکھا۔

بدرالدین الشبلی متوفی ۷۶۹ھ نے "محاسن الوسائل فی معرفۃ الاوائل" میں لکھا ہے۔

ان اول کتاب صنف للشیعۃ هو کتاب سلیم بن قیس الهلالی او لکن

شیعوں کی پہلی کتاب، کتاب سلیم بن قیس ہے یا "کتاب السنن" ابو رافع متوفی ۵۰ھ۔

---

[1] نہج البلاغہ ج اول ص ۳۲۹۔

کتاب السنن ابورافع المتوفی ۳۵ھ ۔ [1]

کتاب سلیم کا پہلا ایڈیشن بہت زیادہ غلط اور اصل کا بے تکا خلاصہ ہے۔ ابھی حال ہی میں اس کا ایک صحیح اور کئی مخطوطات کے پیش نظر کو مرتب و صحیح کیا ہوا نسخہ عراق سے شائع ہوا ہے۔ اسی عہد کے فقہاء میں بعض اکابر یہ ہیں:-

۴۔ میثم تمار (شہید ۶۰ھ)

ابن ابو صالح تمار تابعی کی کتاب حدیث ہے جس سے ابو جعفر طوسیؒ نے روائتیں نقل کی ہیں۔

۵۔ محمد بن قیس بجلی

یہ بھی امیرالمؤمنینؑ کے صحابی اور جناب رسالتمآبؐ کے تابعی ہیں۔ ان کی تالیف بھی اصولؑ میں شامل جاتی ہے۔ فہرستؒ میں ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے ان کی ایک روایت فرما کر ارشاد کیا تھا:

هذا قول علی بن ابی طالب ؑ ۔۔۔ الخ   یہ علی ابن ابی طالبؑ کا ارشاد ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں ان میں سے اکثر نے امیرالمؤمنینؑ اور امام حسن و حسین علیہم السلام کے عہد دیکھے۔ چونکہ حسینؑ کا عہد انتہائی پُرآشوب تھا، اور حکومت نے اس زمانے کے آثار محفوظ رکھنے والوں کو مطمئن نہ ہونے دیا اس لئے یہ تمام چیزیں تقریباً ضائع ہو گئیں یا شائع نہ ہو سکیں۔

عہد امام زین العابدینؑ ۳۸ / ۶۵۸ ـــــ ۹۵ / ۶۵۹ ھ

صحابہ و تابعین میں سے شیعیان آل محمدؐ کا ملجا و ماویٰ حضرتؑ ہی تھے، آپ نے مدینے میں حدیث و قرآن

---

[2] فہرست طوسی ص ۳۱۲ ۔ [1] الذریعہ ج ۲ ص ۱۵۴

کا ایک حلقۂ درس بھی قائم فرمایا تھا۔[1] چنانچہ بہت سے صحابہ و تابعین نے فیض اٹھایا۔ امام زہری کے حالات سے بھی خیال ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی فیض اٹھایا ہوگا۔[2] خود امام علیہ السلام کے ملفوظات و دعائیہ، جو اخلاق، حقوق عبد و معبود، ہمسایہ و والدین وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ اسی عہد میں مرتب ہوئے اور ـــــ صحیفۂ کاملہ ـــــ کے نام سے آج بھی موجود ہیں۔

۱ ـــ ابو حمزہ ثمالی

ثابت بن صفیہ کوفی۔ امام زین العابدین علیہ السلام کے اصحاب میں سے سب سے زیادہ مشہور ہیں۔
یہ اپنے زمانے کے مقدس و مفرد سلف تابعی، اور ثانی سلمانؓ و ابوذرؓ تھے
جناب زید بن امام زین العابدینؑ کے ساتھ جنگ میں شریک ہوئے اور اپنے فرزند نوح منصور اور حمزہ سمیت ۱۵۰ھ میں شہید ہوئے۔

ان کی تالیفات میں چند کے نام یہ ہیں۔

۱۔ کتاب تفسیر القرآن ۲۔ کتاب النوادر (حدیث) ۳۔ رسالۃ الحقوق (حدیث)

عہد امام محمد باقرؑ ۵۷ / ۶۷۶ ـــــ ۱۱۴ھ / ۷۳۲ء

امام زین العابدین علیہ السلام کے بعد دورِ امامت ہم نام آیا، اور اسی وقت سے ہماری تاریخ حدیث کا تیسرا دور شروع ہوا۔

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۱۲۰ بحوالہ تابعین از معین الدین احمد ندوی۔ ۲۔ انوار المواہب ص ۴۲ ج ۴

تیسرا دور

عہدِ صادقِ آلِ محمدؐ

maablib.org

۱۔ عہدِ صادقِ آلِ محمدؐ

اور اُس کے بعد حدیث

پر کام

۲۔ تذکرۂ محدثین و اصحاب

maablib.org

تیسرا دَور

یہ معلوم ہے کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے ترویج دین و اشاعتِ معارفِ قرآن و حدیث کے لئے حلقۂ درس قائم فرمایا تھا۔ اسی سرچشمۂ فیضِ علم سے سیراب، اور اسی آغوشِ عصمت کا پروردہ یافتہ عالم علم لدنی، وارث معارفِ پیغمبر امام محمد باقرؑ نے پیاسوں کی پیاس بجھائی، حدیث و قرآن کی بصیرت کو عام کیا۔ کہتے ہیں کہ فقط جابر بن عبداللہ جعفی نے آپ سے ستر ہزار روایتیں لی ہیں[1]۔

اسی فضا میں مالک بن انس (۹۳-۱۷۹ھ) اور زہری (م ۱۲۴) نے ہوش سنبھالے اور عام مسلمانوں نے علم حدیث کے لئے قدم اٹھایا۔

عمر بن عبدالعزیز ($\frac{۹۹}{۷۱۷}$ ——— $\frac{۱۰۱}{۷۱۹ء}$ھ) کا زمانۂ حکومت تھا۔ اس بادشاہ نے "تدوین حدیث" کو بڑی سطح اور اونچے پیمانے پر پہنچایا، چنانچہ سنہ ۱۰۰ھ میں گورنر مدینہ ابوبکر بن حزم کو ایک ہدایت نامے میں لکھا:

" انظر ما کان من حدیث رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، فاکتبہ، فانی خفت دروس العلم و ذھاب العلماء"[2]

دیکھو! رسول اللہؐ کی جو حدیث بھی ہو اسے لکھوا دو، کہیں علم کے مٹنے اور علماء کے ختم ہونے سے خوفزدہ ہوں۔ تدوین حدیث کے بارے میں تقریباً تمام متقدمین[3] اور اکثر معاصرین کا یہی خیال ہے کہ جناب ابوبکر بن

---

[1] الاسلام علیٰ ضوء التشیع ص ۱۶۸ [2] بخاری [3] تاریخ اہل حدیث طبع لاہور سنہ ۱۹۵۳ء۔ حیات مالک۔ از سلیمان ندوی اعظم گڑھ نیز مقام سنت خیر الانام۔ تاریخ التمدن الاسلامی۔

دوم اور پھر ابوبکر محمد بن مسلم زہری (مولود ۵۰ - متوفی ۱۲۴ھ) نے عمر بن عبدالعزیز کے اشارے سے جمع و ترتیب کا کام کیا۔ اور پہلی باقاعدہ کتاب جناب مالک بن انس (۹۳ - ۱۷۹ھ) نے موطأ کے نام سے تیار کی کہ اس میں ائمہ اہلبیت سے روایتیں لینے سے احتیاط کی گئی ہے۔ مولانا سلیمان ندوی نے لکھا ہے:

ہارون رشید، خلافت کے پہلے ہی سال حج و زیارات کے لئے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ آیا۔ لوگ پیشوا استقبال و تہنیت کے لئے نکلے۔ امام صاحب بھی محمل میں سوار ہو کر آئے۔ ہارون رشید نے امام کو دیکھ کر نہایت خوشی ظاہر کی۔ اور کہا: "آپ کی تصنیفات پہنچیں۔ خاندان کے نوجوانوں کو ان کے مطالعے کی تاکید کی ہے۔ لیکن اس کا کیا سبب ہے کہ ہم نے ان میں ابن عباس اور علی بن ابی طالب کی روایتیں نہیں پائیں" ؟
امام نے فرمایا کہ "اے امیر المومنین یہ دونوں بزرگوار ہمارے شہر میں نہ تھے"[1]۔

میزان الاعتدال میں یہ روایت بھی ہے کہ موصوف نے عہد بنی امیہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نہیں کی[2]۔ میں نے خود مؤطا کے مطالعے میں تین چار روایتیں امام زین العابدینؑ، آٹھ امام محمد باقرؑ اور دو روایتیں امام جعفر صادقؑ سے منقول دیکھی ہیں باقی عبداللہ ابن عمر و ابوہریرہ سے میرا تاثر تو یہ ہے کہ موطا فقہ عبداللہ بن عمر ہے۔

عہدِ صادقِ آلِ محمدؐ (۹۳ھ — ۱۴۸ھ / ۷۰۲ء — ۷۶۵ء)

اب بنی امیہ کا دَور ختم ہو چکا ہے۔ آلِ محمدؐ کو نسبتاً آزادی ملی ہے۔ حضرت امام علیہ السلام نے مسجد پیدر کو رونق بخشی۔ حکمت علم و حکمت کے دروازے کھول دئے۔ مکے اور مدینے کی مساجد اور منابر معارفِ اسلام

---

[1] حیات مالک ص ۹۲ طبع دوم حالانکہ بالفاظ علامہ سلیمان "بعض شیوخ کو بصرہ و خراسان و جزیرے سے بھی امام مالک نے روایت کی ہے" ص ۱۹۔ [2] حیات مالک ص ۴۰ فاضل مؤلف نے اس کو رد کرنے کی بھی کوشش کی ہے جس پر بحث موضوع سے خارج ہے۔

کے اس خزینہ دار کے قدم سے بلند پایہ ہو گئے۔

امام زین العابدینؑ و امام محمد باقر علیہما السلام کی قدم بوسی کرنے والے تابعین سے لے کر نوجوان طلبا تک نے نُرخ موڑ دیئے اور کاشانۂ عصمت پر اپنے اور بیگانے اس طرح جمع ہوئے کہ تاریخ و مورّخ دنگ ہو گئے۔

وہ مگر جہاں کی باتیں باہر خاموشیاں ہی حاوی تھیں جن کے معارف دبائے جاتے تھے جن کی روایتیں ترک کر دی گئی تھیں۔ اب کھلے بندوں نقل کی جانے لگیں۔ لوگ جوق در جوق آتے اور صیغے کے صیغے، دفتر کے دفتر تیار کرتے تھے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ وابستگانِ قدیم، اور شیعیان آلِ محمد شیعہ سے "جعفری" کہلائے جانے لگے۔

ہم امام علیہ السلام کے علمی اقتدار کے بارے میں اس لئے کچھ نہیں لکھنا چاہتے کہ ہمارے نزدیک عظمت ان سب ائمہ برحق کی میراث تھی۔ اور عمرو بن مقدام کا یہ قول کہ:

"جب میں جعفر بن محمد کو دیکھتا تھا تو نظر پڑتے ہی معلوم ہو جاتا تھا کہ نبیوں کے خاندان سے ہیں[1]" کوئی نادر بات نہیں۔

وہ طلبا اور فیضیابانِ حدیث جو امام علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تھے تقریباً چار ہزار کی تعداد تک پہنچتے ہیں۔ چنانچہ ابن عقدہ (مولود ۲۴۹ - متوفی ۳۳۳ھ) نے ان اشخاص کے نام لکھے تھے[2]۔ ان مختلف الخیال اور اپنے بیگانوں میں چند اشخاص وہ ہیں جنہیں علامہ سلیمان نے لکھا ہے: کہ

"امام ابو حنیفہ[3]، امام مالک[4]، سفیان بن عیینہ۔ سفیان ثوری[5]۔ شعبہ[6]۔ ابو عاصم[7]۔ یحییٰ انصاری (م ۱۴۳ھ) آپ کے شاگرد ہیں[8]۔"

---

[1] تہذیب الاسماء ج ا ص ۱۵۰ العبارت تابعین ص ۱۰۱ [2] مناقب آل ابی طالب از ابن شہر آشوب م ۵۸۸ھ۔ نیز دیکھئے تاسیس الشیعہ ص ۲۹۷ - وسائل علامہ حر عاملی۔ نہایۃ الدرایۃ علامہ صدر۔ [8] حیات مالک ص ۱۳ -

شیعہ تابعین و اصحاب ائمہ میں اکثر اصحاب اصول (جن میں سے بعض کا ذکر ہو چکا ہے) اسی دور سے متعلق ہیں
ان کے صاحب تالیف ہونے کی ایک وجہ تو یہی ہے کہ ائمہ اہل بیت شروع ہی سے کتابت قرآن و حدیث
کے قائل تھے اور خود لکھتے بھی رہے۔ دوسرے یہ کہ امام خصوصی طور پر فرماتے تھے[1]
احتفظوا بکتبکم فانکم سوف تحتاجون۔ اپنی کتابوں کو محفوظ رکھو کہ ایک دن تمہیں ان کی
ضرورت پڑے گی۔

۱/۲۲ زرارہ بن اعین

سلیم بن قیس کے علاوہ اس عہد میں زرارہ کا درجہ بہت بلند ہے۔ زرارہ فقط محدث ہی نہ
تھے بلکہ شاعر، ادیب، قاری، متکلم اور فقیہ بھی تھے[2]
زرارہ کا اصل نام عبدربہ، زرارہ لقب اور کنیت ابو علی اور ابوالحسن ہے۔ انہوں نے ۱۵۰ھ میں[3] وفات
پائی۔ ان کی عادت تھی کہ جب حاضر خدمت امام ہوتے تھے تو قلم دوات لے کر آتے اور جو سنتے اسے
لکھ لیتے تھے[4]۔ ان کی کتابوں میں سے "الاستطاعۃ والجبر" صدوق علیہ الرحمۃ نے ملاحظہ فرمائی تھی[5]
احادیث ائمہ کے بہت بڑے حافظ گذرے ہیں۔
امام زین العابدین و امام محمد باقر علیہما السلام سے روایتیں نقل کی ہیں[6]

۲/۲۲ ابان بن تغلب

ابن رباح ابو سعید بکری، مقربین ائمہ میں سے تھے تین دور دیکھے اور تین معصوموں کی زیارت کی۔ امام

---

[1] انوار نعمانیہ طبع قدیم ایران ص۳۰۰۔ [2] نجاشی ص ۱۲۵۔ [3] ہر نفحۃ الایضاح بحاشیہ فہرست طوسی ص ۱۴۱۔ [4] تدوین حدیث ص ۱۹۔ [5] فہرست نجاشی ص ۱۲۵۔ [6] فہرست طوسی ص ۱۴۲۔

جعفر صادق ؑ کے سامنے (۱۴۱ھ) جب خبرِ وفات بیان کی گئی تو فرمایا :۔

وَاللّٰہِ تعدل وجع قلبی موتُ ابانؑ ۔ ابان کی موت نے دل دکھا دیا ۔۔۔

تصانیف :۔

کتاب القرأۃ ومعانی القرآن اور کتاب الفضائل ۔ یہ حدیث کی کتاب ابن ندیم کے نزدیک بھی اصول ہیں ہے اور عرصے تک موجود رہی۔[۱]

امام محمد باقرؑ کے بارے میں تفصیل طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ آپ کے تالیفات میں کیا کیا محفوظ رہا لیکن امام جعفر صادقؑ کے چھوٹے بڑے کئی مجموعوں میں ، توحید مفضل ، آج بھی موجود ہے ۔ اس کے علاوہ بھی چند کتابوں کے نام لئے جاتے ہیں ۔ مگر یقینی نہیں کہ ان کے موجودہ نسخے حضرت ہی کے ہیں ۔ جیسے مختلف کتب خانوں کے وہ قرآن جو ان حضرات کی طرف منسوب ہیں ، لیکن ان چیزوں کا وجود یقینی ہے ۔ جیسے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کا " مسند " جس کا ذکر کشف الظنون[۲] میں بتایا جاتا ہے ۔

عہد امام موسیٰ کاظم علیہ السلام (۱۲۸ھ / ۷۴۵ء ——— ۱۸۳ھ / ۷۹۹ء)

کے عہد میں ان کے پدر بزرگوار کے اکثر و بیشتر اصحاب موجود تھے ، جنہوں نے آپ سے فیض حاصل کیا ۔ چونکہ حکومت کی سیاست اور عوام کی ابلہ فریبی کی وجہ سے شیعوں میں افتراق پیدا ہو گیا تھا اس لئے بہت سے لوگ مشتبہ ہو گئے اور اب ان رواۃ کے بارے میں فیصلہ آسان نہیں رہا ۔ چنانچہ علمار رجال ہر

۱؎ ۔ فہرست نجاشی ص ۷ ۔ ۲؎ نجاشی ، فہرست طوسی ، تاسس ۔ ۳؎ ص ۳۳۴ بحوالہ تاریخ الحمر ۔

ایک پر بحث کرتے ہیں[1]۔

اس عہد میں زید نرسی نے ایک کتاب لکھی ہے۔ یہ کتاب اب تک محفوظ ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا۔

عہد امام رضا علیہ السلام (۱۵۳ھ/۷۷۰ء ——— ۲۰۳ھ/۸۱۸ء)

یہ زمانہ پھر سنبھلا ہوا ہے، حضرت جہاں تشریف لے جاتے تھے۔ علماء و طلباء حاضر ہوتے اور روایات و احادیث و آیات کے بارے میں سوال کرتے رہتے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ جب حضرتؑ نیشاپور تشریف لائے تو سیکڑوں شائقین دیدار و تشنگان حدیث استقبال کو حاضر ہوئے۔ آپ کی سواری جب اس مجمع کے قریب پہنچی تو لوگوں نے خوش ہو کر سلام کئے اور کسی حدیث کے سننے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا:۔

"مجھ سے میرے والد۔ اُن سے اُن کے والد۔ اُن سے اُن کے پدر بزرگوار (محمد باقر علیہ السلام) ان سے ان کے والد اور ان سے ان کے والد اور انہوں نے اپنے والد (امیرالمومنین) سے سُنا۔ حضرت نے میرے جد بزرگوار جناب رسالت مآب سے سُنا۔ اُن سے جبریل نے کہا اور جبریل نے لوح محفوظ میں دیکھا کہ خداوند عالم فرماتا ہے۔

لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے، جو میرے قلعے میں داخل ہو جائے وہ عذاب سے بچ گیا۔

---

[1] ۔ اسماعیلی، فطحی اور واقفیہ اپنے عقائد کے مطابق روائتیں گھڑنے اور ائمہ کی طرف منسوب کرنے لگے۔ ان میں سے ابو محمد عبداللہ بن بکیر، سماعہ بن مہران۔ ابوالحسن علی بن حمزہ بطائنی وغیرہم تو مشہور ہی ہیں اور اشخاص بھی ہیں جن کے روایات کتابوں میں آگئے۔ خاندان نوبختی ص ۷۲۔

حضرت یہاں پہنچ کر رک گئے۔ اور لوگوں نے چیخنا شروع کیا اور کچھ اور فرمانے کی تمنا کی۔ آپ نے فرمایا:۔ مگر اس (امن) کی شرائط ہیں۔ اور ہم (آلِ محمدؐ کی محبت و پیروی) اس کی شرط ہیں۔

علامہ ابن حجر کہتے ہیں کہ جناب احمد بن حنبل (۱۶۴-۲۴۱) کہتے تھے کہ اگر اس روایت (سلسلۃ الذھب) کو دیوانے پر دم کیا جائے تو وہ شفا پائے گا۔[1]

خود حضرت کی بعض کتابوں کے نام ملتے ہیں مثلاً فقہ الرضا اور صحیفۃ فی اصول الدین[2] وغیرہ۔

امام محمد تقیؑ، امام علی نقیؑ، اور امام حسن عسکری علیہم السلام کے آثار و روایات میں ایک تفسیر کا سراغ ملتا ہے اور بعض اور چیزیں منسوب ہیں۔

عہد امام حسن عسکری علیہ السلام (۲۳۲ھ / ۸۴۶ء ——— ۲۶۰ھ / ۸۷۴ء)

آپ کے عہد میں بے شمار کتابیں لکھی گئیں۔ خود حضرت نے تفسیر لکھی تھی، اسی طرح علی بن ابراہیم قمی، فرات کوفی، ظریف بن ناصح کی کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ اور آخر الذکر کی کتاب بھی لکھی موجود ہے۔ اور کافی کتاب الدیات میں متفرق اور من لا یحضرہ الفقیہ کتاب الدیات میں مکمل ہے۔ اسی طرح برقی کی المحاسن۔

یہ حضرات کم و بیش امام محمد تقی، امام علی نقی اور امام حسن عسکری علیہم السلام کے مجالس درس سے فیضیاب تھے ان کی بہت سی کتابیں آج بھی موجود ہیں اور بہت زیادہ آثار و تالیفات فنا ہو چکے۔

---

[1] صواعق محرقہ ص ۱۲۲ بحوالہ تاریخ ائمہ ص ۴۷۲۔ [2] اس خط کا ترجمہ جواہر بہیہ در ترجمہ تحفۂ رضویہ کے نام سے (۱۳۲۱ھ) سید شریف حسین صاحب نے کیا تھا۔ اور رفاہ عام پریس لاہور سے دوسری مرتبہ شائع ہوا۔

حصّہ دوم

دورِ معاصر

○ ابوجعفر برقی

○ ابوجعفر کلینی

○ ابوجعفر صدوق

○ ابوجعفر طوسی

رحمهم الله

○ محاسن

○ کافی

○ من لایحضره الفقیه

○ الاستبصار

○ تهذیب الاحکام

دورِ مجامع

غیبتِ امام علیہ السلام کے بعد شیعوں کی علمی مشکلیں بڑھ گئی تھیں۔ کتب خانوں کی تباہیوں اور چیزوں کے دور دراز مقامات پر منتشر ہو جانے، مختلف جماعتوں کے ابھرنے اور سیاسی چوٹوں سے بچنے کے لئے مذہبی ذخیروں کو مرتب کرنے کی ضرورت روز افزوں تھی کہ یہ خیال پیدا ہوا کہ محفوظ و مرتب "اصول" کو یکجا کیا جائے۔ چنانچہ ابوجعفر برقی، ابوجعفر کلینی، ابوجعفر صدوق، ابوجعفر طوسی رحمہم اللہ نے اسی خیال کے ماتحت اپنے اپنے مجامع مرتب فرمائے۔ چونکہ ان حضرات کے حالات و تالیفاتِ حدیث موجود ہیں۔ اور تاریخ میں ان کتابوں کی اہمیت ہے اس لئے ہم کتاب بعد مؤلف کے بارے میں الگ الگ گفتگو کرتے ہیں۔

ابوجعفر احمد بن محمد برقی

برقرود غالباً "رود خانہ برقرود" کو کہتے ہیں، جو قم سے پانچ فرسخ دور ہے۔ بڑی اچھی فضا، اور بڑا فرحت افزا مقام ہے۔ اہل قم گرمیوں کا موسم یہیں گذارنے آتے ہیں[1]۔

خاندانِ برقی اور اُس کا تعارف محمد بن علی کوفے کے رہنے والے تھے۔ یوسف بن عمر عراق کے گورنر نے جناب زید بن زین العابدین کی شہادت (۱۲۲ھ) کے بعد انہیں گرفتار کر کے قید کر دیا تھا اور

۱۔ ہدایۃ الاحباب ص ۵۰۔ اس کے بعد تمام واقعات و حالات مقدمۂ کتاب المحاسن سے ماخوذ ہیں جس میں اس خاندان اور صاحب تذکرہ کے بارے میں بجائے حالات لکھنے کے تمام کتب رجال کی عبارتیں نقل کی گئی ہیں۔

اسی حالت میں قتل کر دئے گئے۔ ان کے صاحبزادے عبدالرحمٰن اپنے لڑکے خالد کو لے کر برق رود آ گئے اور یہیں پناہ لی۔ خالد نے یہیں ہوش سنبھالا۔ اور امام موسیٰ کاظمؑ اور امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر رہے۔

والد خالد کے یہاں ایک صاحبزادے کی بھی ولادت ہوئی جن کا نام محمد رکھا گیا۔ محمد بن خالد بھی اپنے اجداد کی طرح حدیث و قرآن و ادب کے عالم و ماہر نکلے۔ ابن ندیم نے ان کی کنیت ابو عبداللہ اور ابوالحسن بتائی ہے۔

ابو عبداللہ محمد۔ امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے بعد امام محمد تقی (شہید ۳۰ ذی قعدہ ۲۲۰ھ / ۸۳۵ء) کی خدمت میں رہ کر دو معصوموں کی صحابیت کا شرف حاصل کیا۔ اور کئی کتابیں لکھیں۔ ان کے کئی بھائی تھے ملاحظہ ہو رجال نجاشی ص ۲۳۶ طبع بمبئی۔

ابو جعفر احمد کی ولادت یہ نہیں معلوم کہ ابو عبداللہ کے یہاں کتنی اولادیں ہوئیں اور جناب احمد کب پیدا ہوئے۔ لیکن یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ جناب احمد برقہ رود میں پیدا ہوئے۔

آپ نے اپنے والد محمد بن خالد اور دوسرے اہل خاندان و علمائے قم سے تحصیل علم کی۔ خود صاحب ذوق حدیث تھے اس لئے اجداد کی طرح شہرت و اہمیت کے مالک ہوئے۔

عام حالات ابو جعفر تنہا محدث و فقیہ ہی نہ تھے بلکہ ادب و تاریخ و جغرافیہ کے بھی ماہر تھے۔ چنانچہ ان کے کچھ اشعار "تاریخ قم" اور شاید انہیں کے بعض اشعار "مناقب" ابن شہر آشوب میں ہیں۔

ان کے شاگردوں میں احمد بن اسماعیل بن سمکہ نحوی کے والد اسماعیل مشہور ادیب گذرے ہیں۔ مخالفین مذہب شیعہ میں سے بعض اکابر نے ان کو بانیانِ مذہب میں شمار کیا ہے۔

تاریخ و ادب میں ان کی کتابیں مدتوں ماخذ کا کام دیتی رہی ہیں۔ چنانچہ یاقوت حموی نے معجم البلدان

میں لکھا ہے۔

برقہ ....

لاحمد بن ابو عبد اللہ ھذہ تصانیف علی مذھب الامامة۔ وکتاب فی السیر، تقارب تصانیفه ان تبلغ مأة تصنیف۔ ذکرته فی "کتاب الادباء" وذکرت تصانیفه

وقال حمزة بن الحسن الاصبھانی: "احمد بن عبد اللہ البرقی کان من "رستاق برق روذ" قال:

ھو احد رواة اللغة والشعر۔ واستوطن قم۔ فخرج ابن اخته ابا عبد اللہ الی اصبھان واستوطنھا۔

ذیل عنوان برقہ میں ہے۔ احمد بن عبد اللہ کی شیعہ مذہب پر کئی کتابیں ہیں۔ سیر و تاریخ پر بھی لکھا ہے۔ یہ کتابیں تقریباً سو ہیں ——— میں نے "تذکرۃ الادباء" میں ان کا اور ان کی کتابوں کا ذکر کیا ہے۔

حمزہ بن حسن نے تاریخ اصفہان میں لکھا ہے احمد بن عبد اللہ۔ برق روذ میں رہتے تھے۔ لغت و شعر کے راوی ہیں۔ انہوں نے قم میں سکونت اختیار کر لی تھی اور ان کے بھانجے عبد اللہ اصفہان میں سکونت پذیر ہوئے۔

اس عبارت سے تین بڑی کارآمد باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک تو یہ کہ:

برقہ سے قم آ گئے تھے اور شاید محلہ رحبہ میں قیام کیا جیسا کہ ابن شہر آشوب نے "معالم العلماء"[1] میں لکھا ہے۔

دوسرے یہ کہ:

وہ روای لغت و شعر اور شاعر تھے۔

---

[1] ص ۹-۱۰۔

تیسرے یہ کہ :-

ان کی ایک بہن بھی تھیں جن کے صاحبزادے ابو عبداللہ نے اصفہان میں ہجرت کی تھی۔ وہ ے میں ابوالحسن ماذرائی (اذکوتکین گورنر کے میر منشی) اور وہ اذکوتکین کے یہاں بڑی عظمت و وقار کے مالک تھے۔ ان کی سفارشیں سر آنکھوں پر رکھتے اور فخریہ تعمیل حکم کرتے تھے۔ اسی نے ۔۔۔ کاشان ۔۔۔ میں ایک جاگیر بطور وظیفہ دی تھی جس کا ٹیکس دس ہزار درہم تھا۔

ادب و تاریخ سے دلچسپی کی بدولت اپنی نیک طینتی اور ہر شخص کے لئے حسن ظن رکھنے کی بنا پر حدیث کے سلسلے میں ہر ایک کی بیان کردہ روایت کو قبول کر لیتے تھے۔ جس کی وجہ سے علماء نے ان پر چہ میگوئیاں بھی کی ہیں۔ اور یہی نہیں بلکہ قم کے حاکم جناب احمد بن محمد بن عیسیٰ اشعریؒ نے قم سے نکال بھی دیا تھا لیکن کچھ دن بعد اپنی غلطی کی طرف متوجہ ہوئے اور غالباً واپس بلا لیا۔ بظاہر کافی طویل عمر پا کر

وفات ۲۷۴ھ یا دو سو اسی میں انتقال فرمایا۔ قم کا سا شہر اور ابو جعفر احمد کی ایسی شخصیت، نتیجہ یہ ہوا کہ چھوٹے بڑے سب نے غم منایا۔ اور خود احمد بن محمد قمی اشعری سر و پا برہنہ شریک جنازہ ہوئے۔

قم ہی میں دفن ہوئے۔

تالیفات یاقوت کا بیان گذر چکا کہ برقی کے تالیفات سو کے قریب ہیں۔ ان میں نجاشی و طوسی و ابن ندیم کے بیان کے مطابق :-

رجال (موجود ہے) تبیان و تاریخ میں ہے مسعودی و تاریخ قم اصفہان کے مؤلفین وغیرہ نے اسے ماخذ قرار دیا ہے)۔ کتاب الجمل۔ کتاب التہانی الاسباب۔ کتاب التغازی۔ کتاب اخبار الاصم اور

لہ۔ رجال نجاشی ص ۵۹ پر ہے کہ یہ قم کے فقیہ و رئیس تھے بادشاہ ان سے ملنے آتا تھا۔ امام رضاؑ سے امام حسن عسکری علیہم السلام تک کا زمانہ پایا۔ ان کی آٹھ کتابوں کے نام بھی لکھے ہیں۔ فہرست طوسی ص ۹ اور میزان الرجال ص ۶۲ پر بھی حالات و توثیق کی گئی ہے

دوسرے تالیفات اشعار معانی حدیث وغیرہ۔

کتاب المحاسن

علامہ برقی کے تالیفات میں فنِ حدیث پر المحاسن عجیب وغریب کتاب ہے۔ اس کے کم وبیش سو حصے تھے۔ جن کی ترتیب یوں تھی کہ اسلامیات کی ایک دائرۃ المعارف بن جائے۔ ہم اس کی اہمیت کا اندازہ بتانے کے لئے ان حصوں کی فہرست۔ جناب نجاشی کی کتاب سے نقل کرتے ہیں۔

۱۔ التبلیغ والرسالة ۲۔ التراحم والتعاطف ۳۔ النصح ۴۔ الترفاهیة ۵۔ النهی ۶۔ الزینة
۷۔ المرافق ۸۔ المراشد ۹۔ العیانة ۱۰۔ کتاب النجابة ۱۱۔ کتاب الفراسه ۱۲۔ الحقائق
۱۳۔ الاخوان ۱۴۔ الخصائص ۱۵۔ المآکل ۱۶۔ مصابیح الظُلَم ۱۷۔ المحبوبات ۱۸۔ المکروهات
۱۹۔ العویص ۲۰۔ الثواب ۲۱۔ العقاب ۲۲۔ المعیشة ۲۳۔ النساء ۲۴۔ الطیب ۲۵۔ العقوبات
۲۶۔ المشارب ۲۷۔ الشعر ۲۸۔ ادب النفس ۲۹۔ الطب ۳۰۔ الطبقات ۳۱۔ افضل الاعمال
۳۲۔ اخص الاعمال ۳۳۔ المساجد الاربعه ۳۴۔ الرجال ۳۵۔ الحلامیه ۳۶۔ المواعظ ـ
۳۷۔ التحذیر ۳۸۔ التهذیب ۳۹۔ التحریف ۴۰۔ التسلیه ۴۱۔ ادب المعاشرة ۴۲۔ مکارم
الاخلاق ۴۳۔ مکارم الافعال ۴۴۔ مذام الاخلاق ۴۵۔ مذام الافعال ۴۶۔ المواهب
۴۷۔ الحبوه ۴۸۔ الصفوه ۴۹۔ علل الحدیث ۵۰۔ معانی الحدیث والتحریف ۵۱۔ تفسیر الحدیث
۵۲۔ العروق ۵۳۔ الاحتجاج ۵۴۔ الغرائب ۵۵۔ العجائب ۵۶۔ اللطائف ۵۷۔ المصابیح ۵۸۔ المنافع
۵۹۔ من التواجن والرواجن ۶۰۔ الشعر والشعراء ۶۱۔ النجوم ۶۲۔ تعبیر الرؤیا ۶۳۔ الزجر و
الفال ۶۴۔ صوم الایام ۶۵۔ السماء ۶۶۔ الارضین ۶۷۔ البلدان والمساحة ۶۸۔ الدعار ۶۹۔ ذکر
الکعبه ۷۰۔ الاجناس والحیوان ۷۱۔ احادیث الجن والابلیس ۷۲۔ فضل القرآن ۷۳۔ الاجیر

۷۴۔ الاوامر والزواجر ۷۵۔ ما خاطب اللہ بہ خلقہ ۷۶۔ احکام الانبیاء والرسل ۷۷۔ الجمل ۷۸۔ جداول الحکمۃ ۷۹۔ الاشکال والقرائن ۸۰۔ الریاضۃ ۸۱۔ الامثال ۸۲۔ الاوائل ۸۳۔ التاریخ ۸۴۔ الانساب ۸۵۔ النحو ۸۶۔ الاصفیہ ۸۷۔ الافانین ۸۸۔ المغازی ۸۹۔ الروایۃ ۹۰۔ النوادر[۱۸]۔

ظاہر ہے کہ اتنی بڑی کتاب جو کم از کم نوے جلدوں پر مرتب تھی۔ خدا جانے کتنی ضخیم ہوگی۔ بحالت موجودہ اس کی گیارہ جلدیں ایک ہی مجموعے میں شائع ہوئی ہیں اور مجموعی صفحات چھ سو چوالیس (۶۴۴) ہیں۔

یہ کتاب علامہ نوری کے نسخے (مکتوبہ ۱۲۷۹ھ) کے مطابق ہے اور علامہ نوری نے تین چار نسخوں سے درست کیا تھا۔ اس کے گیارہ حصوں کی فہرست یہ ہے:

۱۔ کتاب الاشکال والقرائن (۱۵ احادیث) ۲۔ کتاب ثواب الاعمال (۱۵۲ احادیث) ۳۔ کتاب عقاب الاعمال (۱۴۳ روایات) ۴۔ الصفوۃ والنور والرحمۃ۔ (۲۰۱ روایات) ۵۔ کتاب مصابیح الظلم (۴۷۴ روایات) ۶۔ کتاب العلل (۱۳۰ روایات) ۷۔ کتاب السفر (۱۶۰ روایات) ۸۔ کتاب المآکل (۸۰۱ روایات) ۹۔ کتاب الماء (۱۱۷ روایات) ۱۰۔ کتاب المنافع (۳۳ روایات) ۱۱۔ کتاب المرافق (۱۴۲ روایات) کل احادیث دو ہزار سات سو چھ (۲۷۰۶) ہیں۔

اس کے علاوہ۔ کتاب الرجال۔ بالکل الگ شائع ہوئی ہے۔ گویا محاسن کے بارہ حصے شائع ہوئے۔ اور اگر کتاب مصابیح الظلم کے باب ۴۷۔ باب المحبوب و ۴۸۔ المکروہات کو دو کتابیں (جلدیں) قرار دیا

۱۸۔ نجاشی ص ۵۵۔ مقدمہ المحاسن۔ فہرست طوسی میں کچھ کم و زیادتی ہے۔ مگر ہم نے نجاشی سے یہ فہرست نقل کرنے پر اکتفا کی۔ مقدمہ محاسن میں نجاشی سے جو فہرست منقول ہے۔ اس میں بعض نام رہ گئے ہیں۔ بظاہر کاتب سے چھوٹ گئے ہوں گے۔ مثلاً

جائے جیسا کہ نجاشی نے کیا ہے تو موجودہ کتاب کے تیرہ[13] اور رجال سمیت چودہ حصے مہیا ہو جاتے ہیں۔

ان کتابوں (جنہیں میں حصے یا جلد تعبیر کر رہا ہوں) کے متعدد عناوین ہیں۔ مثلاً حصہ اول کے گیارہ۔ حصہ دوم کے ایک سو تیئس[123]۔ ساتویں جلد (اس کا نام نجاشی نے نہیں لکھا ہے) میں اننالیس عنوان ہیں۔

جناب میر جلال الدین حسینی ارموی محدث نے نہ فقط ایک طویل مقدمہ لکھا بلکہ کتاب کو مختلف مآخذ خصوصاً بحار الانوار اور اس نسخے کا اختلاف بھی لکھ دیا ہے۔ اس طرح یہ نسخہ، نسخہ مجلسی ؒ کے بھی مطابق ہو گیا۔

محاسن سے شیوخ ستہ نے اپنی کتابوں میں روایات کو لیا ہے۔ صدوق ؒ کے بہت سے تالیفات تو ایسے ہیں جن کی ترتیب خصوصی طور پر جناب برقی ؒ سے ملتی جلتی ہے۔ اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کو یہ انداز بہت پسند آیا۔ اس کے لئے توحید۔ خصال۔ مصادقۃ الاخوان خصوصی طور پر پیش کرنے کے قابل ہیں۔

۲) شیخ ابو جعفر محمد کلینی ؒ ثقۃ الاسلام (۳۲۹ھ / ۹۳۰ء)

عظمت، شہرت اور فن کے لحاظ سے جو درجہ "ثقۃ الاسلام" کو حاصل ہے وہ شیعہ محدثین میں کسی کو نہیں مل سکا۔ ان کی کتاب "کتب اربعہ" میں سب سے زیادہ اہم خیال کی جاتی ہے۔ ابن الاثیر ان کو مجددین مذہب امامیہ میں مانتا ہے۔

خانوادۂ ثقۃ الاسلام:۔

ثقۃ الاسلام کا خاندان علمی عظمت کے لحاظ سے رے کا اہم ترین خاندان تھا۔ ان کے جدِ امجد اسحق اور ان کے صاحبزادے یعقوب کلین کے مشاہیر علماء میں سے تھے۔ چنانچہ ان کی قبر آج تک عقیدتمندوں کی زیارت گاہ ہے۔

ثقۃ الاسلام کی والدہ۔ علان کلینی کے جلیل القدر خانوادے سے تھیں اور بنا بر تحقیق صاحب لولوی البحرین علی بن محمد ابراهیم رازی کلینی کی بہن۔ اس لئے ان کے نانا محمد بن ابراہیم اور ماموں علی بن محمد قرار پاتے ہیں۔ مگر بعض لوگوں نے خود شیخ کو خال علان کلینی بتایا ہے اور یہ سب لوگ محدث و روایات کے حامل۔ فقہ و کلام کے ماہر اور بڑی با عظمت شخصیتوں میں ہیں۔ علماء رجال میں اکثر نے ان کا ذکر کیا ہے۔

ثقۃ الاسلام کا وطن :-

یہ پورا خاندان رَے اور رسے کے قریب ایک دیہات کلین میں آباد تھا۔ رے کے متعلق معجم البلدان "میں ہے کہ یہ شہر اسلامی مرکز اور پربہار حیثیت رکھتا ہے۔ یہاں کی آبادی میں یا شیعہ ہیں یا شافعی"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رے تاریخی طور پر شیعہ آبادی ہے۔ اسی رے کے قریب تہران کے قصبہ حسن آباد، کوج کے قریب فشاریہ کے ضلع میں کلین نامی ایک گاؤں ہے۔ یہ خاندان اسی سرزمین سے منسوب ہے۔ کلین، کے تلفظ کاف کے زیر اور پیش میں اختلاف ہے۔ صاحب قاموس نے امیر کے وزن پر لکھا ہے۔ حاشیہ کافی پر مجدالدین کے اس قول کو غلط بتایا گیا ہے اور زبیر کے وزن پر لکھا گیا ہے۔ روضات الجنات میں ہے کہ دراصل یہ نام دو قریوں کا ہے۔ ایک زُبیر کے وزن پر رضی الدین محمد بن علی حسنی شامی نے اپنی کتاب "اتحاف ذوی الالباب" میں بھی یہی لکھا ہے کہ اور دوسرا اُمیر کے وزن پر کُلین پکارا جاتا ہے۔

لہ۔ فوائد، نیز۔ کلین بروزن زبیر از قراے بلوک فشافویہ طہران و نزدیک قریہ کوج است۔ فہرست کتب خطی ص ۹۲ تفصیل کے لئے دیکھئے تاریخ اصفہان، ےہ کافی طبع طہران ۱۳۱۱ھ برخاتمہ۔ روضات طبع دوم ص ۵۲۲ فوائد ص ۶۵۸، فہرست جواہر الکلام۔ ےہ یہ کتاب کتبخانہ راجہ صاحب محمود آباد میں ہے۔ یہ نسخہ میں نے لکھنؤ یونیورسٹی کی نمائش ۱۹۳۹ء میں لیا تھا۔ اصل کتاب ۱۱۳۳ھ میں بخط علم ہے اصل عبارت یہ ہے (باقی بر صفحہ آئندہ)

ولادت ثقۃ الاسلام کی تاریخ ولادت کے بارے میں ارباب رجال خاموش ہیں۔ میرا تخمینہ ہے کہ ان کی ولادت ۲۵۰ھ / ۸۶۴ء کے لگ بھگ ہوئی ہوگی۔ کیونکہ صاحب اتقان المقال اور علامہ مامقانی نے تنقیح المقال میں لکھا ہے کہ شیخ کلینی نے عہد امام حسن عسکریؑ پایا ہے۔ امام حسن عسکری علیہ السلام کی تاریخ شہادت ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ ہے اس لئے شیخ کو کم از کم پانچ دس برس کا ہونا چاہیئے تھا۔ ورنہ عصر امام حاصل کرنے کا کوئی مطلب نہیں۔ کیونکہ صاحبان رجال میں کسی عہد پانے کا مطلب یہی سمجھا جاتا ہے کہ بہ ہوش وحواس اس عہد سے کوئی فائدہ اٹھایا ہو۔ اگر کوئی شخص کسی دور میں پیدا ہوا ہو تو اس کے لئے ادرک عصر فلاں کے بجائے یہ کہا جائے گا کہ "اس عہد میں پیدا ہوا"۔

لہٰذا میرے نزدیک ۲۶۰ھ میں کلینی کا سن شریف کم از کم دس برس کا ہونا چاہیئے۔

تعلیم وتربیت:

ظاہر ہے کہ وطن اور گھر، خاندان اور ارد گرد کا ماحول علمی تھا۔ والد اور گھر کے بزرگوں سے تحصیل علوم کر کے باہر نکلے ہوں گے۔ رے، قم اور خراسان و بغداد میں علماء، اصحاب ائمہ اور کتب خانے تھے ان سے فیض اٹھایا ہوگا۔ اور وسعت نظر، کثرت معلومات میں عمر کے ساتھ ساتھ ترقی ہوتی گئی۔

خصوصی استاد وشیوخ چونکہ یہ زمانہ اکابر وعلماء کا اہم ترین دور ہے اس لئے ان کے شیوخ کی فہرست بہت طولانی ہے۔ ان میں تقریباً سب کے بارے میں علامہ نوری نے مستدرک الوسائل کے خاتمے، اور علامہ علی بن ابراہیم قمی (از علمائے عصر حاضرؒ) نے "شرح اسانید کافی" میں بحث کی ہے۔ فہرست

بقیہ گذشتہ،

ء الکلینی: بالضم وکسر آخرہ نون۔ منسوب الی کلین، وفی القاموس کامیر وھو الاعم، قریۃ بالری، منہا محمد بن یعقوب من فقہاء الشیعۃ۔ مرتضیٰ

لہ۔ فہرست کتب خطی کتاب خانہ معارف عمومی ج اول ص ۹۷۔

نجاشی[1] میں خود کلینی سے منقول ہے کہ جب ہم کہیں وہ اپنے شیوخ (اصحاب) سے تو اس سے مراد حسب ذیل حضرات ہوں گے۔

۱۔ محمد بن یحییٰ ۲۔ علی بن موسیٰ کمیذانی ۳۔ داؤد بن کورہ ۴۔ احمد بن ادریس ۵۔ علی بن ابراہیم بن ہاشم

ان میں سے بعض مشاہیر یہ بھی ہیں۔ ۱۔ علی بن ابراہیم قمی صاحب تفسیر و صحابی امام حسن عسکریؑ۔

۲۔ علی بن محمد سمری آخری نائب خاص متوفی ۳۲۹ھ

۳۔ علامہ ابو جعفر برقی صاحب المحاسن م ۲۷۴ھ۔ ۴۔ علی بن حسین قمی ۵۔ علی بن محمد

۶۔ علان کلینی۔ مشاہیر میں سے ہیں۔

اخلاق و عام حالات تمام ارباب رجال کلینی کو عادل و ثقہ مانتے ہیں۔ یعنی سب کے نزدیک وہ نہایت پاکیزہ خصال، بلند اخلاق۔ امانت دار اور بے نظیر کردار کے مالک تھے۔

علامہ نجاشی کہتے ہیں کہ رے کے با وجاہت اور اپنے زمانے کے شیخ الحدیث تھے۔[2] بظاہر انہوں نے مختلف مقامات کے سفر بھی کئے ہوں گے۔ لیکن تصریحی طور پر صرف بغداد میں قیام بتایا جاتا ہے۔ بہر حال رے سے بغداد تک کا سفر یقینی ہے۔ اب یہ نہیں معلوم کہ یہ سفر کب شروع ہوا؟ کس تاریخ بغداد آئے؟ بغداد میں کہاں قیام کیا؟

یہ خیال ہے کہ تصنیف و تالیف کا شغف عروج تک یہیں پہنچا۔ یہیں کتابوں کے خزانے اور بڑے بڑے کتب خانوں سے اصول و کتب اصحاب ائمہ کو دیکھا اور جمع کیا ہوگا۔ اور خدا جانے کتنی جگر کاوی و محنت کے بعد بیس سال میں مطالعے اور مواد کو مرتب کیا

---

[1] نجاشی ص ۲۶۶ تنقیح ص۔ و عیون الرجال ص ۶۱ ۔ فہرست ۲۰۹ ۔ [2] ص ۲۶۶ ۔ [3] ص ۲۶۶

وفات :-

مکتفی باللہ عباسی کے عہد شعبان ۳۲۹ھ (یا ۳۲۸ھ[1]) / ۹۴۰ء) مشرقی بغداد میں انتقال فرمایا۔

یہ وہی سال ہے کہ جس میں بکثرت تارے ٹوٹے تھے۔ اور لوگ "سنہ تناثر النجوم" کہا کرتے

تھے۔ اور تاروں کو ٹوٹنا بھی چاہیئے کہ اس سنہ میں کئی بزرگان دین کی موتیں واقع ہوئیں۔ مثلاً محمد سمری

(مولود ۳۶۰ھ) ۲- علی بن بابویہ والد صدوق وغیرہ۔ بہرحال غسل وکفن کے بعد

محمد بن حسن المتیراطا نے نماز جنازہ پڑھائی۔

مزار و مقبرہ :-

بغداد کے باب کوفہ کے قریب بقول ابن عبدون (م ۴۲۳ھ) قبرستان طائی میں دفن ہوئے قبر

پر ایک پتھر نصب ہے جس پر شیخ اور ان کے والد کا نام کندہ ہے۔ آج کل اس کا محل وقوع بازار بغداد

پل کے قریب ہے۔ کلینیؒ کے مزار اور مقبرے کو "مولے خانہ" کہتے ہیں۔ یہ چھوٹی سی عمارت ولادگان

علم وحدیث کا قبلۂ عقیدت اور زیارت گاہ خاص و عوام۔

کہتے ہیں کہ کوفے کے ایک حاکم نے قبر کھود کر جسم اطہر کو دیکھا تو اصلی حالت میں تھا جس کے

بعد اسے حیات شہدا کا یقین ہوا[2]۔

اولاد :-

شیخ ثقۃ الاسلام کے اہل و عیال کے بارے میں کوئی سراغ نہیں ملتا۔ میرا قیاس ہے کہ شاید جعفر نامی

---

[1] کامل ابن اثیر ج ۸ ص ۱۱۸ طبع مصر جس کے حاشیے پر مروج الذہب بھی ہے۔ [2] ہدیۃ الاحباب ص ۲۲۸ تنقیح المقال

۲۰۱ / ۱۰۳۵۸، اتقان المقال مخطوطہ ص ۱۳۲ خاتمہ مستدرک الوسائل ص ۵۲۱

کوئی صاحبزادے ہوں۔

شاگرد :۔

جس طرح کلینیؒ کے شیوخ کا تذکرہ تفصیل چاہتا ہے۔ اسی طرح شاگردوں کی فہرست بھی طولانی ہے ہم ان سینکڑوں میں سے دو تین کا ذکر کریں گے۔

۱۔ ابوالحسین احمد بن احمد کوفی کاتب

علامہ نجاشی م ۴۵۰ اپنی ابتداء طالب علمی کا ذکر کرتے ہیں کہ "میں مسجد لولؤی (مسجد نفطویہ نحوی م ۳۲۳ھ) بغداد قرآن پڑھنے جاتا تھا۔ اور ابوالحسین اپنے طلباء کو کافی کا درس دیا کرتے تھے۔

۲۔ محمد بن ابراہیم بن جعفر

ان کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ نعانیہؒ کے رہنے والے تھے۔ اور کاتب مشہور تھے۔ ابن ابی زینب اور نعمانی کے نام سے شہرت پائی۔ ان کی اولاد دختری میں "ابوالقاسم حسین بن علی بن حسین مغربی ایک مشہور وزیر گذرے ہیں۔

نعمانی بڑے جلیل القدر محدث اور صاحب تصانیف کثیرہ گذرے ہیں۔ یہ فقط شاگرد کلینی ہی نہ تھے بلکہ پوری اصول کافی خود اپنے شیخ سے نقل بھی کی تھی۔

۳۔ صفوانی

محمد بن عبداللہ بن قضاعہ بن صفوان جمال ابوعبداللہ کنیت ہے اور صفوان جمال اسدی صحابی امام جعفر صادقؑ و امام موسیٰ کاظم علیہما السلام کی نسبت سے صفوانی کہلاتے ہیں۔

ؒ۔ دوسطہ و بغداد کے درمیان یا مصر کا ایک قریہ ہے۔ فوائد رضویہ ص ۳۷۷۔

بغداد و "ارّان" (آذربائیجان کے قریب) میں رہتے تھے۔ شیخ عباسؒ نے ذکر کیا ہیں ان کے تالیفات میں شمار کی ہیں۔

سیف الدولہ حمدانی کے دربار میں بڑی عزت کی جاتی تھی۔ اسی امیر کے یہاں قاضی موصل سے مسئلہ امامت پر مباہلہ ہوا۔ قاضی صاحب جیسے ہی محفل سے اُٹھے اسی وقت اُن کا ہاتھ سیاہ ہو کر سوج گیا اور دوسرے دن چل بسے۔

صفوانی بڑے ذہین، بلا کے حافظ تھے۔ ابن ندیم صاحب فہرست کہتے ہیں کہ میں نے ۳۴۶ھ میں اُن سے ملاقات کی۔ بلے، خوش وضع وخوش لباس آدمی تھے۔ ان کا خیال تھا کہ وہ لکھ پڑھ نہیں سکتے۔[1] کاتب کو بولتے جاتے تھے وہ لکھتا رہتا تھا۔[2]

کافی، یا کافی کی شرحوں میں اکثر آتا ہے۔

"فی نسخة النعمانی کذا، و فی نسخة الصفوانی کذا"۔ نعمانی یا صفوانی کے نسخے میں یوں ہے۔

تو اس سے مراد یہی دونوں حضرات ہیں۔ ان کے علاوہ ابو غالب رازی، ابو قاسم قولویہ احمد صیمری اور ابو الفضل بھی مشہور ہیں۔[3]

تصانیف:۔

فہرست و رجال کی کتابوں میں جن تالیفات کے نام آسکے ہیں وہ یہ ہیں:۔

۱۔ مسائل الائمہ:۔ یہ کتاب سید ابن طاؤس تک موجود تھی۔

۲۔ کتاب الرد علی القرامطہ ۳۔ کتاب تعبیر الرؤیا ۴۔ کتاب الرجال

---

[1] ۔ ہدیۃ الاحباب ص ۱۸۱۔ [2] فوائد الرضویہ ص ۳۸۹۔ [3] انتقال المقال ط ۲ و خاتمہ مستدرک الوسائل

د۔ کتاب ما قیل فی الائمۃ عن الشعر

۲۔ کافی ([illegible])

علم حدیث کی یہ کتاب جو ہزاروں کتابوں کا نچوڑ، اور لاکھوں روایتوں اور حدیثوں کی جان ہے بیس برس کی محنت کے بعد تیار ہوئی۔ اسی کتاب کی بنا پر انہیں "ثقۃ الاسلام" یا تیسری صدی کا مجدد کہا جاتا ہے۔

لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ دوسرے مجامیع کی طرح اسے بھی صحیح نہیں مانا جاتا۔ اگرچہ شیخ کی ثقاہت و عدالت مسلم ہے اور کبھی کسی نے اُن کی شخصیت کے بارے میں کوئی بات ایسی نہیں کہی جس سے اُن کے بارے میں کوئی شبہ کیا جائے۔ لیکن محل تنقید میں راویوں کے پرکھنے والے اپنی اپنی نگاہ اور جرح اپنی اپنی نظر رکھتے ہیں۔ اور سے کہ اندریں را فلاں ابن فلاں چیزے نیست :

عصمت کا درجہ صرف معصومین برحق کو حاصل ہے اور بس۔

کافی بنا بر مشہور تین حصوں پر تقسیم ہے

اصول و فروع و روضہ۔ ہندوستان میں نول کشور نے اس مجموعے کو چار جلدوں میں چھاپا ہے دو اصل۔

اصول :۔ کتاب العقل سے شروع ہو کر فضائل قرآن پر ختم ہے۔ اس میں عقائد کا ذکر ہے۔

فروع :۔ کتاب الطہارت سے شروع ہو کر دیات پر ختم ہے۔ اس حصے میں احکام و اعمال کا تذکرہ ہے۔

روضہ :۔ اس حصے میں خطوط و خطب و واقعات پر روایات و حدیث کو جمع کیا گیا ہے۔

پوری کتاب میں بنیادی عناوین ۳۴ ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کو "کتاب" کہا جاتا ہے، اور اس کے ذیلی عناوین کو "باب" ان تمام "ابواب" کے ذیل میں سولہ ہزار ایک سو ننانوے ۱۶۱۹۹ روایات درج ہیں۔[۱] یا

---

[۱] . لؤلؤۃ البحرین و فوائد الرضویہ ص ۷۵، ۶ ۔ تاسیس ص ۲۸۸ ۔ روضات ص ۵۲۶ ۔

۱۶۹۹۰
سولہ ہزار نو سو نوے [۱]

صاحب لؤلؤة البحرین نے اصطلاح متاخرین کے لحاظ سے ایک تخمینی تفصیل یوں لکھی ہے:۔

صحیح:۔ پانچ ہزار بہتر۔ (۵۰۷۲) — موثق:۔ ایک ہزار ایک سو اٹھارہ۔ (۱۱۱۸)

قوی:۔ تین سو دو (۳۰۲) — ضعیف:۔ نو ہزار چار سو پچاسی (۹۴۸۵)

خصوصیات کافی:۔

کافی کی ایک خصوصیت تو یہ ہے کہ اس سے پہلے مسلمانوں کی کوئی اتنی جامع اور اتنی بڑی کتاب نہ تھی۔ شیعوں کے تالیفاتِ حدیث کا ذکر تو کیا جا چکا۔ سنیوں کی کتابوں کا اس سے اندازہ کر لیا جائے کہ ان کی سب سے بڑی اور جامع کتاب ہے۔ بخاری کی "الصحیح" دو ہزار چھ سو تئیس اور مع مکررات نو ہزار چھ سو بیاسی۔ (۹۶۸۲) [۲]

۲۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ "اصول" اصحاب کے اسلوب کو بدل دیا۔ یعنی کتاب کو عقائد اعمال کی ترتیب اور اس میں بھی کلیات وبہات، جزئیات و ضمنیات کا خیال رکھا۔ اور عقائد و فقہ کے مصنفین و مؤلفین کے لئے ایک پائدار خاکہ بنا دیا۔

۳۔ بعض علماء نے فرمایا ہے کہ کلینی اصح السند روایت کو دوسری سند پر مقدم کرتے ہیں۔ سوائے چند مقامات کے [۳]۔

۴۔ کافی کے بعد فقہاء نے دوسری کتابوں کی طرف رجوع کم کر دیا کہ اس کی ترتیب ان کے لئے مفید اور اس سے مسائل پر روایات نکالنا آسان تھا۔

۱۔ فہرست طوسی بحوالہ فہرست کتب خطی جواہر الکلام ص ۶۵۔ ۲۔ منہاج السنہ ج ۲ ص ۵۹ ماخوذ از کمالسیس وغیرہ۔ ۳۔ روضات الجنات طبع ثانی ص ۳۱۸ بسلسلہ حال سلیم بن قیس۔

۲۔ محامد متاخرین (مجلسی۔فیض۔عاملی) کی کتابیں اسی طرز پر لکھی گئیں۔

دو غلط فہمیاں:۔

ایک عجیب بات یہ ہے کہ کافی کی اس اہمیت کو دیکھ کر لوگوں نے یہ کہہ دیا کہ اس کتاب کے بارے میں تو معصوم نے فرمایا ہے:۔

وهاف لشيعتنا "کافی ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے حالانکہ یہ جملہ معصوم تو معصوم کسی عالم نے بھی نہیں کہا۔ کسی کتاب میں بسلسلہ یا بلا سلسلہ کبھی کسی نے نہیں لکھا۔ حتیٰ کہ علامہ نوری جیسا عاشق کافی بھی اس کی تردید کر چکا ہے۔

دوسری بات یہ بھی کہی گئی کہ کتاب کا تیسرا حصہ "الروضہ" شیخ کلینی کی تالیف نہیں ہے۔ علامہ نوری نے اس کی بھی تردید فرمائی ہے۔ (خاتمہ مستدرک الوسائل)

کافی پر کام

ترجمے اور شرحیں کافی کے اوپر علماء نے کئی طرح سے محنت کی۔ ترجمے کئے جیسے نواب سید محمد حسین صاحب کوثر کانپوری کا اُردو ترجمہ (بعض کتب اصول) اور علامہ ظہور حسین صاحب قبلہ مرحوم متوفی ۱۳۵۰ھ کا ترجمہ "کتاب الایمان والکفر" اور بعض دوسرے ترجمے۔ ان تراجم میں ملا خلیل کا ترجمہ مع شرح بہت اچھا اور نصف سے زائد کتاب پر مشتمل ہے۔ نول کشور پریس سے چھپ بھی چکا ہے اور الصافی کے نام سے مشہور ہے۔

ان کے علاوہ عبدالعزیز جواہر کلام نے مکمل و نامکمل اٹھارہ شرحوں کے نام لکھے ہیں۔ وہ بیشمار

لہ۔ کانپوری ترجمے بلا متن اور مولانا کا ترجمہ مع متن چھپ چکا ہے۔ نواب محمد حسین صاحب کے ترجمہ کتاب العلم کا نام ہے بشریٰ ۱۳۵۰ھ میں۔ انتظامی پریس کانپور سے شائع ہوا۔ ۲ے فہرست کتب خطی ص ۹۶

حواشی جو مخطوط و مطبوع کتابوں پر ہیں ان کا اندازہ لگانا اور نام گنانا آسان نہیں۔[1]

تجرید و خلاصے مفتی محمد عباس ؒ متوفی ۱۳۰۶ھ نے اصول دین، معارف و اخلاق، و مواعظ پر روایات کافی کو جمع کر کے "انہار الانوار، جوامع الکلم اور جواہر الکلام" کے نام سے ایک خلاصہ مرتب فرمایا۔[2]

۲۔ علامہ محمد شفیع بن محمد مقیم نے اصول کافی کے کتب سے اسانید کو حذف کر کے احادیث کو منتخب کیا۔ یہ نسخہ بخط شیخ اسحق بن علم الہدے ابن محسن فیض کے قلم سے ۱۱۲۰ھ میں لکھا گیا تھا اس کا ایک نسخہ شیخ عباس قمی ؒ کے کتب خانے میں تھا (الذریعہ ج ۲ ص ۲۵۲) اس کا نام ہے۔

انیس الاسفار

۳۔ الصافی من الکافی:۔ کے نام سے اس گنہگار نے تلخیص شروع کی ہے جس میں سند سمیت ہر باب کی جامع ترین روایتوں کو لکھا ہے۔ یہ تلخیص کتاب الحجہ تک پہنچ چکی ہے۔ دعا ہے کہ اصول و فروع کی تلخیص کے لئے امداد غیبی ہو جائے۔ پھر ترجمہ و شرح مختصر لکھنے کا ارادہ ہے۔ انشاء اللہ۔

فروع کے بارے میں تلخیص کا خیال اس لئے نہیں کہ احکام کے لئے ضرورت پڑتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ روایات فقیہ کے سامنے ہوں تاکہ فتوے کے لئے راہیں پیدا ہوں۔ لہذا تلخیص و تجرید نہ خواص کے کام کی ہے نہ عوام کے لئے سود مند بلکہ بسا اوقات غلط کاری کے لئے سند ہاتھ آجانے کا امکان ہے حقیقت یہ ہے کہ زیر نظر کتاب اسی کام کا ایک تاثر ہے خدا کرے کہ اصل مقصد میں بھی کامیابی عطا ہو۔

---

[1]۔ مثلاً میرے پاس اصول کافی کا مخطوطہ ۹۷۲ھ ہے جس پر کسی نامعلوم شخص نے حواشی لکھے اور غالباً ملا صالح کی شرح سے بہت کچھ نقل کیا ہے۔ اسی طرح کے بعض مطبوعہ نسخے دیکھے گئے ہیں۔ مرتضےٰ۔ [2] الذریعہ ج ۲ ص ۲۵۰ بحوالہ تجلیات سوانح مفتی صاحب قبلہ تالیفات عزیز لکھنوی مرحوم)۔ بعض تفاصیل کے لئے دیکھئے ہماری کتاب تجرید کافی (مقدمہ)

شیخ ابوجعفر صدوق (۳۰۵ھ/۹۱۷ء ——— ۳۸۱ھ/۹۹۱ء)

شہیرِ حدیث و شیوخ الاکابر میں صدوق کی شخصیت سورج کی طرح روشن اور چاند کی طرح ضوفشاں ہے۔ ان کا سوانحی پس منظر تابناک، وطن اور گھرانا نامور ہے۔

والدِ گرامی :-

ابوالحسن علی بن حسین بن موسےٰ بن بابویہ[1] - قم کے وجیہہ و ممتاز شہری اور مشہور و باثر عالم تھے۔ تجارت ذریعۂ معاش تھا۔ راست بازی کا جوہر اتنا نمایاں ہوا کہ لوگ "صدوق" (بہت بڑا سچا) علم و عمل، فقہ و حدیث میں اتنی مہارت و عظمت پائی کہ لوگ فتووں کو حدیث کا درجہ دیتے تھے کہ ہمیشہ الفاظِ حدیث ہی میں جواب دیتے ہوں گے۔ قم کی دینی ریاست کے باوجود تجارت کے سلسلے میں بغداد وغیرہ میں آمد و رفت تھی۔ تبلیغِ دین، و نشرِ علوم میں حصہ لیتے تھے کئی اہم کتابوں کے مؤلف و مصنف ہیں ۳۲۹ھ مطابق ۹۴۰ء جس سال بہت ستارے ٹوٹے اور محمد سمری و کلینی رحمہ نے انتقال فرمایا۔ اسی سال علی بن حسین بابویہ نے دنیا سے رحلت فرمائی[2]۔

ابوالحسن (علی بن حسین) کی اہلیہ جو ان کے چچا محمد بن موسےٰ کی صاحبزادی تھیں۔ بدقسمتی سے صاحب اولاد نہ ہو سکیں۔ اس لئے شیخ ابوالقسم حسین بن روح (متوفی ۳۲۶ھ) وکیل ناحیۂ امام ع سے دعا کے لئے عرض کیا، انھوں نے امام عصرؑ کی طرف سے خوشخبری سنائی کہ :-

(صفحہ ۸۶ پر)

؎۱ - بابویہ ایک شخص کا نام، ایک آبادی اور ایک خاندان کا بھی نام ہے۔ چنانچہ جہاں صدوق کا مزار ہے آج بھی اسے ابن بابویہ کہتے ہیں نیز دیکھئے مقدمہ معادۃ الاخوان ص ۳ و تاریخ قم - مرتضیٰ - ؎۲ فہرست نجاشی و طوسی و ابن ندیم، روضات، و مقدمہ معادۃ الاخوان ص ۳ -

مشاہیر خاندان بابویہ

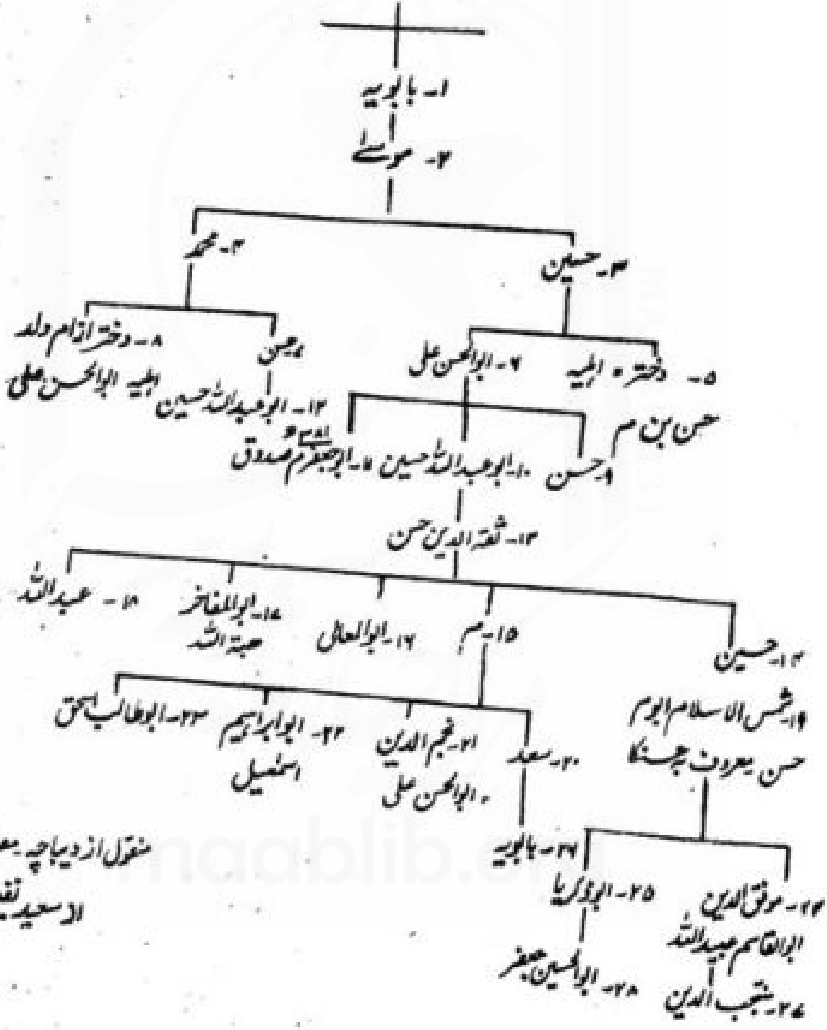

منقول از دیباچہ مصادقۃ الاخوان
از سعید نفیسی

"ایک دیلمی کنیز سے خدا صاحب اولاد کرے گا"۔[1]

کچھ دن بعد قبولیت دعا کا اثر ظاہر ہوا۔ اور خوش نصیب ماں کی آغوش میں تین صاحبزادے آگئے۔ جن کے نام یہ ہیں:۔

۱۔ حسن:۔ جو زہد و گوشہ نشینی کی وجہ سے گمنام رہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ فقیہ نہ تھے۔[2]

۲۔ ابو عبداللہ حسین:۔ منجھلے صاحبزادے تھے اور اکابر علماء میں ہوئے ہیں۔ صاحب بن عباد اور دوسرے اکابر سے اچھے مراسم اور امراء و اراکین سلطنت میں بڑے صاحب وقار تھے۔ سید مرتضیٰ اور تلعکبری نے ان سے روایت کی ہے۔ ان کی اولاد مدت تک "ابن بابویہ" کے نام سے یاد کی جاتی رہی۔[3] (نجاشی ص ۵۰)۔

۳۔ صدوق، ولادت و نشو و نما:۔

ابو جعفر محمد بن علیؑ بن حسین سب سے چھوٹے بھائی تھے۔ پروفیسر سعید نفیسی نے بعض وجوہ کی بنا پر ۳۱۱ھ کے قریب زمانۂ ولادت فرض کی ہے۔

لیکن علماء رجال کی اس تصریح کی بنا پر کہ وقت انتقال "ستر سے کچھ زیادہ" (نیفاً و سبعین) تھے۔ یہ خیال ہے کہ کم از کم تہتر چوہتر کی عمر ہوگی اس لئے ۳۰۶ھ سے ۳۱۰ھ تک کی درمیانی مدت میں ولادت ہوئی ہوگی۔ ممکن ہے کہ آقائے مشکوٰۃ کا تحریر کردہ سنہ یعنی بعد از ۳۰۵ھ ہی صحیح ہو۔

نشو و نما و تربیت و تعلیم:۔

یہ بتایا ہی جا چکا ہے کہ گھر کا ماحول علمی اور معاشی طور پر فارغ البال، دینی طور پر محترم اور بنیادی لحاظ سے

---

[1] نجاشی ص ۱۰۵، تنقیح المقال ص ۱۵۴ ج ۳۔ روضات الجنات وغیرہ۔ [2] علامہ نوری نے ایک روایت یہ بھی لکھی ہے کہ حسن منجھلے اور حسین بڑے صاحبزادے تھے۔ لیکن کنیت اور اکثر علماء کی ترتیب کے پیش نظر ہم نے پروفیسر نفیسی کی رائے کو ترجیح دی۔

[3] دیکھئے سلسلہ مشاہیر خاندان بابویہ کا شجرہ جو پچاسی صفحہ پر ہے۔ مرتضیٰ

معزز وخوش حال تھا۔ وہاں بھی حکومت کا ایک بڑا مرکزی درجہ رکھتا اور دیلمیوں کی وجہ سے علماء وطلباء کا بہ
کا شہر تھا۔ اس لیے یہ کہا جانا آسان ہے کہ ابتدائی تعلیم اپنے والد اور گھر کے یا شہر کے معزز افاضل سے حاصل
کی ہوگی۔ اور جب نوشت وخواند کے درجے سے آگے بڑھے تو گرامی قدر والد نے "کتاب الشرائع"[1] کے
نام سے ایک کتاب لکھ کر دی۔

ذہانت وذکاوت خداداد تھیں اور وہ بھی اس پیمانے پر کہ جناب حسین فخریہ کہا کرتے تھے کہ:۔
ہم دعائے حضرت حجۃ وامام عصرؑ سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور ان کے شیخ واستاد یا ان کے ایک دوسرے
معاصر محمد بن علی اسود، انہیں دیکھ کر فرمایا کرتے تھے کہ
"آخر تمہارے حافظے ایسے کیوں نہ ہوں کہ دعائے امام سے فیض پایا ہے۔"

جناب ابوعبداللہ حسین بن علی کا بیان ہے کہ:۔
عقدت المجالس وَلِی دون العشرین۔ میں نے بیس برس کی عمر سے پہلے حلقۂ درس قائم کر لیا تھا۔

شیوخ صدوقؒ:۔

لوگوں نے ان کے اساتذہ اور شیوخ صدوق کی تعداد ستر[2] تک بتائی ہے جن میں
خود ان کے والد۔ اور علامہ عضائری۔ ماجیلویہ۔ تاتانہ۔ ابن شاذان۔ ابوالقاسم برقی۔ محمد بن حسین
بن ولید[3] اور محمد جعفر بن احمد بن علی قمی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔
محمد جعفر ان محدثین میں ہیں جن کی ندرت فکر نے، احادیث پیغمبرؐ کو حروف ابجی کی ترتیب پر مرتب کرکے
ایک نیا راستہ نکالا تھا۔ ان کی کتاب "المسلسلات" اسی وجہ سے ایک اہم کتاب تھی[4]۔

۱۔ نجاشی و روضات۔ و مقدمہ نفیسی۔ ۲۔ روضات الجنات ص ۱۹۳ قصص العلماء۔ ۳۔ تاسیس الشیعہ العلوم الاسلام
۴۔ روضات الجنات ص ۱۹۳۔

ابوالحسن صدوق اپنے کاروبار کی اور دوکان کی وجہ سے قم میں رہتے تو ضرور تھے لیکن کوفے، نیشاپور، بغداد اور رَے میں آنا جانا ہوتا تھا۔ کچھ بعید نہیں کہ صدوق بھی اپنے والد کے ساتھ جاتے آتے ہوں۔ اور ذوق و حافظہ کی بناء پر شیوخ سے روایتیں لیتے اور دوسروں کو سند روایت دیتے ہوں کیونکہ یہ بہرحال یقینی ہے کہ

سمع منه شیوخ الطائفة وهو حدث السن۔ ۱؎	آغازِ شباب اور ابتداء عمری میں شیوخ امامیہ نے روایت کی سماعت کی۔

عام حالات :-

لقب "صدوق" کی شہرت بتاتی ہے کہ وہ امانت اور سچائی میں ضرب المثل، اخلاق و کردار میں بے مثال تھے۔ عابد و عامل ہونا تو خیر علماء کا شیوہ اور ان حضرات کے امتیازی اوصاف تھے ہی۔ وسعتِ تعلقات اور ہمہ گیری کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ شاید وہ بھی اپنے والد کی طرح تجارت کرتے ہوں۔ اور علمی اہمیت کی بناء پر تو بہرحال اُن کا شمار اساطین علم میں ہوتا تھا۔ پھر ۳۵۲ھ نیشاپور اور ۳۵۵ھ میں کوفے اور اسی زمانے میں بغداد جانا معلوم ہے ۲؎۔ قم والوں نے اپنے یہاں روک لیا اور ایک مدت تک قم میں مقیم رہے اس کے بعد رکن الدولہ (متوفی ۳۶۶ھ) کی فرمائش پر ۳۴۷ھ سے پہلے رَے تشریف لے آئے اور وہ بھی یوں کہ رکن الدولہ غائبانہ طور پر صدوقؒ سے عقیدت رکھتا تھا۔ بارہا لوگوں سے اپنے ملنے کی تمنا اور شرف ملاقات کا تذکرہ کیا۔ چنانچہ نہ معلوم "صاحب بن عباد" یا کسی اور ذریعے سے رَے بلائے گئے۔ جب دربار میں تشریف لائے تو رکن الدولہ نے نہ صرف عزت و تکریم کی بلکہ مسند شاہی پر اپنے پہلو میں بٹھا کر فخر حاصل کیا ۳؎۔

۱؎ رجال نجاشی ص ۲۷۶۔ ۲؎ تنقیح المقال ج ۳ ص ۱۵۴ دائرۃ المعارف (افغانستان) جلد دوم میں ہے کہ صدوق نے بغداد میں کام کیا اور وہاں درس بھی دیا۔ ۳؎ روضات الجنات ص ۵۳۳، تنقیح المقال ج ۳ ص ۱۵۴۔

امیر اور صاحب بن عباد علم دوست تر تھے ہی اس لئے علماء، ادباء، مورخین و کاتب ہر طرح کے مشاہیر ملازم تھے چنانچہ یہاں وسیع پیمانے پر ایک مجلس مذاکرہ قائم ہوئی جس میں بڑے بڑے علماء سے ملاقاتیں اور مباحثے ہوئے۔ جس کا تذکرہ ایک کتابی صورت میں تیار کیا تھا۔[1]

بویہیوں کا مشہور وزیر و کاتب، صاحب ابن عبادؒ۔ جو اپنے حسن تدبر، دانشمندی و علم و ادب مذہب سے دلبستگی میں شہرۂ آفاق ہے، جو سفر و حضر میں کتب خانہ اپنے ساتھ رکھتا اور علماء کو مالا مال کرتا رہتا تھا، آلِ بویہ کے خاندان سے پہلے ہی متاثر تھا، صدوق کے رَے کے آنے کے بعد تعلقات اور زیادہ مضبوط ہو گئے۔ یہاں تک کہ صاحب اپنے افکار جو قلمبند کرتا وہ صدوقؒ کی خدمت میں بھیجتا اور صدوق نے اپنی بعض کتابیں اس کے نام معنون کیں۔ مثلاً عیون اخبار الرضا کے پیش لفظ میں لکھتے ہیں۔

وقع لی قصیدتان من قصائد الصاحب الجلیل، کافی الکفاۃ: اطال اللہ بقاءہ و نعمائہ، فی اهداء السلام الی الرضا علیہ السلام فصنفت هذا الکتاب بخزانتہ المعمورۃ ببقائہ اذ لم اجد شیئاً آثر عندہ واحسن موقعاً لدیہ من علوم اهل البیت .... قاضیا بذلک حق انعامہ علیّ۔[2]

مجھے صاحب بن عباد کے دو قصیدے ملے جو مدح امام رضاؑ میں تھے۔ جس سے متاثر ہو کر میں نے یہ کتاب ان کے قیمتی کتب خانے کے لئے لکھی۔ کیونکہ ان کے نزدیک پسندیدہ ترین تحفہ علوم آلِ محمدؐ ہیں۔ اس طرح میں نے گویا ان کے احسانات کا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔

۱۔ روضات ص ۵۵۳۔ سہ اسماعیل بن عباد طالقانی "کافی الکفاۃ صاحب ابن عباد" ذی قعدہ ۳۲۶ھ میں متولد اور ۲۴ صفر ۳۸۵ھ اصفہان میں جان بحق ہوا۔ ادب و تاریخ و رجال کی کتابیں اس کے تذکرے سے پُر ہیں۔ م ت۔

۲۔ تاسیس ص ۱۵۹۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ صاحب بن عباد جس طرح شعر و ادب، تاریخ و لغت کا دلدادہ تھا، اسی طرح حدیث سے بھی شغف رکھتا تھا۔ مگر افسوس ہے کہ اہل قلم مورخ اس بات کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ مترجم

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحب بن عباد نے صدوقؒ کی کافی قدر دانی واعزاز کیا، اور انعام واکرام کے ساتھ پیش آتا رہا۔

امالی کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی مجلس بڑے بڑے علماء اور اچھے خاصے مجمع پر مشتمل ہوتی تھی۔ لوگ طرح طرح کے سوال کرتے اور موضوع بھی دیتے تھے۔ عقائد وحدیث کے بارے میں جو تقریریں کی ہیں وہ بڑی ٹھوس ہیں۔ روایتِ حدیث میں یہ بات تو بڑی اہم نظر آتی ہے کہ صدوق تاریخ دن اور مقامِ روایت تک بتاتے ہیں کہ فلاں حدیث فلاں شخص نے فلاں تاریخ و دن فلاں جگہ بیان کی۔ ان مجالس میں

۱۔ نویں دسویں محرم کی تقریریں واقعاتِ کربلا کے بیان پر مشتمل ہیں۔

۲۔ ایک مجلس میں "صحیفۂ علوی" کا خلاصہ ہے۔

۳۔ تیئیسویں مجلس ۱۲ شعبان ۳۶۸ھ مشہد مقدس میں بایں عنوان لکھی گئی ہے۔

واجتمع فی هذا الیوم الی الشیخ ...... آج کے دن شیخ کی خدمت میں لوگوں کا اجتماع ہوا اهل مجلسه والمشائخ۔ فسئلوه ان یملی علیهم جن میں شیوخ بھی تھے۔ ان حضرات نے درخواست کی وصف دین الامامیة علی الایجاز والاختصار۔[۱] دینِ امامیہ کے عقائد مختصر طور پر لکھوا دیں۔ ۔ ۔ ۔

اس کے بعد مصنف کی ایک طولانی تقریر ہے جس میں شیعہ عقائد پر ایک بسیط گفتگو کی گئی ہے اور مختصر طریقے سے اصول و فروع کو بیان کردیا ہے۔ اور چونکہ ۱۳ شعبان ۳۶۸ھ کو اپنے وطن ماوراء النہر کی طرف واپس جارہے تھے۔ اس لئے تفصیلات کو آئندہ پر ملتوی کردیا۔

فہرستِ تصانیف میں افاضل وعلماء واسط و قزوین، البصرے، کوفے، نیشاپور اور مدائن سے آئے ہوئے

---

[۱] دیکھئے الامامی مرحوم نمبر ۳۶ ۱۳۶۰ھ لکھنؤ میں ان مجلسوں کا ترجمہ

خطوط کے جوابات اور رسائل کی تحریر سے اندازہ ہوتا ہے کہ دور دور کے لوگ مسائل اور مشکلات میں رجوع کرتے تھے۔ اور شیخ "جس طرح قریب والوں کو فیضیاب کرتے تھے اسی طرح دور افتادہ اشخاص کو بھی فائدہ اندوز بنانے میں معروف تھے۔

وفات :۔

غرض ستر سے زیادہ عمر اور ساٹھ سال کے قریب زندگی تالیف و تبلیغ دین میں گذارنے کے بعد ۳۸۱ھ مطابق ۹۹۱ء رے میں انتقال فرمایا اور وہیں بڑے اہتمام کے ساتھ تجہیز و تکفین ہوئی اور غالباً قریب ہی دفن کیے گئے۔

مزار :۔

آج کل وہ جگہ باغ طغرلیہ تعمیر فتح علی شاہ (قاچار) طہران کے جنوب شاہ عبدالعظیم کے قریب واقع ہے اور ابن بابویہ کے نام سے مدتوں سے مشہور ہے۔ ہزار ہا اہل عقیدت زیارت کے لئے حاضر ہوتے ہیں۔

فتح علی شاہ ایران کے عہد ۱۲۳۰ھ کے قریب شہر میں بہت سخت طوفان ابر و باد آیا جس سے مرقد صدوق کی عمارت کو نقصان پہنچا اور اصل تہ خانے میں پانی جانے اور قبر کے شکستہ ہونے کی وجہ سے مرمت کے لئے جو اندر گئے تو دیکھا کہ کفن گل گیا ہے لیکن جسم محفوظ ہے شکل و صورت پہچانی جاتی ہے۔ بادشاہ اور بڑے بڑے علماء زیارت کے لئے آئے۔ ان میں آقائے سید ابراہیم لواسانی نے جناب ماماقانی سے بیان کیا کہ :۔

لہ ۔ ایں بقعہ از دو ماہہا کے قدیم و اطراف تہران معروف بودہ مقدمہ مصادقۃ الاخوان ص ۱۰ ۔ آقائے نفیسی ۔

ریش مبارک، اور پائے مُبارک پر مہندی کا رنگ اور کوئی کے گھٹنے جالے نے ستر کر رکھا ہے۔
قبر کو بند کرنے کے بعد بادشاہ نے مقبرے کی موجودہ عمارت بنوائی۔

اولاد و تلامذہ:-

کتابوں کی ورق گردانی کے بعد بھی صدوق کی کسی اولاد کا نام نہیں ملا۔ رہا یہ کہ اُن کی کنیت "ابو جعفر" ہے لہٰذا جعفر نامی فرزند ہو گا۔ یہ صرف ایک خیال ہے اور بس۔

تلامذہ اور روحانی اولاد کی طویل فہرست میں منتخب نام بھی کم نہیں۔ ہم ان مشاہیر میں سے بھی بہت زیادہ مشہور اکابر کے نام لکھیں گے:-

۱۔ ابن المعلم، ابوعبداللہ، شیخ مفید، محمد بن محمد بن نعمان حارثی بغدادی[۲] مولود ۱۱ ذی قعدہ ۳۳۶ھ متوفی ۳ رمضان ۴۱۳ھ۔

۲۔ ابو محمد ہارون بن موسیٰ شیبانی معروف بہ تلعکبری

۳۔ حسین بن عبیداللہ غضائری متوفی ۱۵ صفر ۴۱۱ھ ۴۔ علی بن احمد ۵۔ ابوالعباس احمد بن علی بن احمد نجاشی صاحب رجال وغیرہ متوفی ۴۵۰ھ۔

---

[۱] تنقیح المقال ج ۳۔ روضات۔ آقائے نفیسی نے لکھا ہے کہ "بلکہ پیران زمان مانیز بسیار روایت کردہ اند" مقدمہ ص ۱۰۔
[۲] شیخ کی عظمت و ہیبت کا اندازہ اس سے لگائیں کہ علما اہل سنت نے باوجود تعصب کے سرسری طور پر ذکر کیا ہے۔ چنانچہ ذہبی نے العبر فی خبر من غبر، ابن ابی طی نے "تاریخ امامیہ" (دیکھئے خاندان نوبخت) لکھا ہے:-
هو شیخ مشائخ الطائفة، ولسان الامامیة، ورئیس الکلام، والفقه، والجدل، وکان یناظر — شیوخ و اکابر علماء شیعہ کے شیخ الشیوخ اور فرقہ امامیہ کی زبان، علم کلام و فقہ کے رئیس اور ہر عقیدے کے آدمی سے مناظرہ

تصانیف :-

صدوق کے تالیفات کا تنوع چاہتا ہے کہ اُن کی جامعیت پر بحث کی جائے لیکن کتاب کے موضوع کی رعایت سے یہ گفتگو چھوڑتے ہوئے صرف حدیث کے سلسلے میں اُن کے کام پر تبصرہ کیا جائے گا۔

رجال واحوال علماء کی کتابوں میں ان کے تمام تالیفات کا شمار تین سو تک بتایا گیا ہے۔ آقائے سعید نفیسی نے فہرست طوسی وابن ندیم وروضات الجنات وغیرہ سے بڑی محنت کر کے دو سو چودہ[۲۱۴] کتابوں کے نام لکھے ہیں۔ ہم نے بھی کتابوں کی ورق گردانی کر کے دیکھا مگر کوئی نیا نام نہیں ملا۔ ہم چند اہم موضوعات پر کچھ کتابوں کے نام لکھتے ہیں۔ یہ نام فہرست طوسی وروضات میں بھی ہیں۔ ہر کتاب کے بارے میں تبصرہ و تعارف ہمارا ہوگا۔

قرآن :-

۱۔ تفسیر جو مکمل نہ ہو سکی تھی ۲۔ مختصر تفسیر (جو غالباً مکمل ہے)

لغت قرآن وحدیث :-

بقیہ صہ ۹۲

اصل حق عقیدۃ مع الجلالۃ والعظمۃ فی الدولۃ البویھیۃ۔ کرنے والے تھے۔ بویہی حکومت میں بڑا اعزاز تھا۔

عضد الدولہ زیارت کے لئے حاضر ہوتا، اور جب بیمار ہوتے تو مزاج پرسی کے لئے آتا تھا۔

ابن مل کا کہنا ہے کہ بڑے صاحب خیرات تھے، بڑے منکسر مزاج، خلیق، بڑے نمازی، اور بہت روزے رکھنے والے تھے، لباس موٹا جھوٹا اور معمولی زیب تن فرماتے تھے۔

"وکان شیخا ربعۃ، نحیفا اسمر" درمیانہ قامت کمزور ونحیف جسم اور گندمی رنگ تھے۔

۳۔ معانی الاخبار :۔ اس کا نسخہ مطبوعہ ۱۳۰۱ھ نظر سے گذرا ہے۔

عقائد :۔

۴۔ الابانہ ۵۔ ابطال الاختیار و اثبات النص ۔ ۶۔ کتاب الاعتقادات ۔ ۷۔ کتاب الناسخ والمنسوخ۔

اس کے ترجمے کئی زبانوں میں ہو چکے ہیں اور رضیہ جعفری علیگ نے اس کی تحلیل شرح تلخیص "فرق اسلامی" کے نام سے لکھی ہے۔ (طبع امامیہ مشن لکھنؤ)

۸۔ دین الامامیہ وغیرہ

رجال :۔

۹۔ المختارین من اصحاب النبیؐ ۱۰۔ مصابیح ، طبقات صحابہ و تابعین و رواۃ ائمہ۔ اس میں پہلے صحابہ نبی اور آخری طبقے میں ان حضرات کا ذکر ہے کہ جو ناحیہ مقدسہ سے توقیع یافتہ ہیں۔ ان کے علاوہ مختلف شخصیتوں پر متعدد کتابیں لکھی ہیں مثلاً ۱۱۔ احوال ابی طالب و عبد المطلب و عبداللہ و آمنہ بنت وہب ۔ ۱۲۔ اخبار ابی ذر وغیرہ ۱۳۔ کتاب الشعر ۱۴۔ تفسیر قصیدہ اہل البیتؑ (نجاشی نے یوں ہی لکھا ہے)

ابن حجر عسقلانی نے لسان المیزان میں بھی علامہ ذہبی و علامہ یافعی (صاحب مرآۃ الجنان) کی طرح لکھتے ہوئے لکھا ہے ان کے والد واسط یا عکبرا میں رہتے تھے اور مفید کی ولادت بھی وہیں ہوئی۔ پھر ابویعلٰے سے نقل کیا ہے کہ شیخ رات کو تھوڑی دیر سوتے تھے اس کے بعد نماز قرآن اور مطالعے یا درس میں معروف ہو جاتے تھے۔

نجاشی وغیرہ نے بھی یہی صفات لکھتے ہوئے انہیں حاضر جواب، نکتہ رس، اور ذہین بھی بتایا ہے۔

کرخ میں رہتے اور وہیں کتب خانہ مدرسہ و مسجد تھی، جسے کئی مرتبہ لوٹا گیا۔

میرا خیال ہے کہ یہ شرح صاحب ابن عباد کے کسی قصیدے کی ہوگی جو صاحب نے انہیں بھیجا تھا۔

مناقب و تاریخ :-

۱۵۔ کتاب فضائل جعفر طیار ۱۶۔ کتاب فی زید بن علیؑ ۱۷۔ کتاب التاریخ ۱۸۔ کتاب الزہد اس کے غالباً کئی حصے الگ الگ تھے مثلاً زہد نبیؐ، زہد فاطمہؑ وغیرہ ۔ ۱۹۔ کتاب مقتل الحسینؑ

۲۰۔ اکمال الدین و اتمام النعمۃ کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے۔ آقائے نفیسی نے لکھا ہے: چاپ ا۔ مولر Moller ۔ خاور شناس المانی باید لبرگ (کذا) ۱۹۰۱ء م۔ مگر اسلامی انسائیکلوپیڈیا اردو ترجمہ (پٹنہ) میں ہے کہ اس کا ایک حصہ مولر نے مجموعہ انتخابات میں شائع کیا تھا۔ اس کتاب کے بارے میں یہ بھی اختلاف ہے کہ صدوق کی تالیف ہے یا کسی اور کی۔

بقیہ صفحہ ۹۴

مختصر یہ کہ ۳ رمضان (یا ۱۳) ۴۱۳ھ کو بغداد میں انتقال فرمایا اور بقول ذہبی و یافعی و عسقلانی و نجاشی و طوسی وغیرہم اسی ہزار شیعوں نے باقتدا سید مرتضیٰ میدان اشنان میں نماز جنازہ پڑھی۔ بغداد کے تمام اکابر سنی اور شیعہ عوام و خواص نے جنازے میں شرکت کی اور انہیں کے گھر میں سونپ دیا۔ کچھ دن بعد جنازے کو کاظمین میں ان کے شیخ ابن قولویہ کے پہلو اور پائیں قبر مطہر امام موسیٰ کاظمؑ دفن کیا۔ آج کل وہ باب المراد کے سامنے مقبرہ بنا ہوا ہے۔ کتاب العبر، مرآۃ الجنان و لسان المیزان کے مؤلفین نے وفات مفید کے لئے یہ الفاظ لکھے ہیں :-

و جماعتہ مشہودۃ، و شیعہ ثمانون الفا من الرافضۃ والشیعۃ و اراح اللہ منہ

ان کے جنازے میں بڑا مجمع تھا۔ اسی ہزار رافضیوں اور شیعوں نے مشایعت کی اور خدا نے اس سے نجات بخشی۔

بہت سے لوگوں نے مرثیے لکھے خصوصی طور پر سید مرتضیٰ کا دردناک مرثیہ طویل ہے جس کے تین شعر صلاح الدین صفدی نے غلطی سے سید رضی کی طرف منسوب کر کے لکھے ہیں۔

شیخ کے دو ڈھائی سو تصانیف ہیں اور اولاد میں ایک صاحبزادی کا ذکر ہے۔ جن کے شوہر شریف ابو یعلیٰ جعفری تھے بیشمار تلامذہ میں سید مرتضیٰ، سید رضی، شیخ ابو جعفر طوسی مشاہیر اسلام کے سرتاج ہیں۔

(گذشتہ کتابوں کی عبارتیں عبقات الانوار حدیث غدیر حصہ اول طبع ثانی نظامی پریس لکھنؤ ۱۹۰۳ء ص ۴۳۳ سے ماخوذ ہیں)

ملہ نجاشی علیہ الرحمہ نے ہر ایک کتاب کو مستقل مانا ہے۔ پروفیسر نفیسی نے بھی کتاب الزہد کو الگ گیارہ کتابیں

جناب رسالت مآب اور ائمہ کے موالید و فضائل پر متعدد کتابیں لکھی ہیں۔

حدیث :۔

۲۱ ۔ مدینۃ العلم، حدیث کی ایک بہت اہم اور ضخیم کتاب کہ جس کے لئے شیخ عباس قمیؒ نے لکھا ہے "اگر مفقود نہ شدہ بود اصول اربعہ را تخمیس می کرد"[1]۔

۲۲ ۔ مصادقۃ الاخوان :۔ جس کا پہلا ایڈیشن آقائے سید محمد آقا مشکواۃ نے اپنے والد محدث اجل و محقق اکمل آقائے سید محمد مشکواۃ مدظلہم کی تصحیح اور اپنے ترجمے، پروفیسر سعید نفیسی کے مقدمے کے ساتھ پہلی مرتبہ ۱۳۲۵ھ میں تہران سے شائع کیا۔ اور حقیر نے "معاشرتی حقوق اور تعلیمات محمد و آل محمد" کے نام سے مقدمہ و شرح و ترجمۂ اردو لکھا۔

۲۳ ۔ "امالی صدوق" مسمیٰ بہ "المجالس" ستانویں مجالس کا یہ ذخیرۂ احادیث دیکھنے کے قابل ہے جس میں روایات کا سلسلہ و تاریخ و مقام سماعت کا ذکر اس طرح ہے کہ ہزاروں حدیث کی کتابیں اس سے خالی ہیں۔ امالی کا چھاپ تہران ۱۳۰۰ھ میں نے دیکھا ہے جو اچھا چھپا ہے۔ اس کے علاوہ بھی ایڈیشن ہیں۔

۲۴ ۔ علل الشرائع :۔ اس میں صرف وہ اخبار ہیں جو احکام کے وجوہ پر مشتمل ہیں۔ یہ بھی کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔

۲۵ ۔ توحید ۲۶ ۔ خصال ۲۷ ۔ عیون اخبار الرضا وغیرہ بھی کافی بڑی تالیفیں ہیں۔ لیکن صدوق کی عظمت و شہرت کے اسباب میں سب سے زیادہ حصہ جس کتاب کا ہے وہ ہے :۔

۲۸ ۔ کتاب من لا یحضرہ الفقیہ ۔ کتب اربعہ میں کافی کے بعد سب سے زیادہ مشہور کتاب ہے۔ جس کے بارے میں بہت سے علماء صحت روایت اور دقت و باریک بینی و حسن ضبط میں کافی، تہذیب، استبصار

بقیہ حاشیہ

کو الگ لکھا ہے۔ ہم نے بنظر اختصار صرف اشارہ کر دیا۔ اور ممکن ہے کہ یہ بھی ایسا کہ کتاب ایک ہو جس کے ابواب وہ ہوں جن کی فہرست نجاشی وغیرہ نے لکھی ہے۔

[1] ۔ فوائد الرضویہ ص ۵۶۲

سے بہتر سمجھتے ہیں۔ ایک تو اس لئے کہ کافی جیسی کتاب کے بعد تالیف ہوئی ۔ دوسرے یہ کہ صدوق جیسے حافظ نے اس کے مندرجات کے لئے صحت کا دعوے اور اپنے عمل کا مستمسک بتایا ہے پھر حسنِ سلیقہ یہ کہ، اوائل سند کو بنظرِ اختصار حذف کر کے خاتمہ میں اس کی تفصیل لکھ دی ہے۔ اصل کتاب کے چار حصے کئے تھے جسے مطبع جعفری لکھنؤ نے ۱۳۰۷ھ میں سب سے پہلے دو جلدوں میں شائع کیا تھا اس کے بعد تہران نے ۱۳۲۴ھ میں چھاپا۔ ہر حصے یا جلد کے ابواب واحادیث کی تفصیل یہ ہے:

جلد اول:-

۸۷ باب ۔ جن میں ۷۷۷ مسند اور ۱۸۲۱ مرسل۔

جلد دوم:-

۲۲۸ باب جن میں ۱۰۶۴ مسند اور ۵۰۳ مرسل۔

جلد سوم:-

۷۰ باب ۔ ۱۹۲۵ مسند اور ۵۱۰ حدیثیں۔

جلد چہارم:-

۱۷۳ باب ۔ ۷۷۷ مسند اور ۱۲۹ مرسل روایات ہیں گویا ۴۵۴۳ مسند اور ۲۰۵۰ مرسل اور مجموعی طور پر ۶۵۹۳ حدیثیں ہیں[1]۔ لیکن مختلف اشخاص نے مختلف تعداد شمار کی ہے اور نو ہزار چوالیس تک لکھا ہے۔ کیونکہ یہ شمار آسان نہیں ہے[2]۔

---

[1] ماخوذ از فہرست کتب خطی در روضات الجنات

[2] علامہ صدر نے تاسیس میں لکھا ہے خمسة الاف واربع واربعین ص ۲۸۸

[3] چنانچہ خود صاحب کتاب ہی کے مسند و مرسل کی تفصیل لکھنے کے بعد قلمی میں جلد اول کے نمبرے کو مثلاً سولہ سو اٹھائیس حالانکہ وہ سولہ سو اٹھارہ ہیں۔

شرح و حواشی کی جو تعداد ہے ان میں سے آٹھ شرحیں اور گیارہ حاشیوں کا ذکر جواہر کلام نے اور چھ سات حواشی کا تذکرہ آغا ئے بزرگ نے جلد ششم میں لکھا ہے ۔ علامہ نوری رحمۃ اللہ نے مستدرک جلد سوم کے خاتمے میں۔ علامہ حلی نے خلاصۃ الاقوال اور ابن داؤد میں صدوق کے رجال و کتب پر کافی بحث ہے ۔

مولف . نے جلد دوم میں لکھا ہے کہ شیخ نے بلخ کا سفر بھی فرمایا تھا اور من لا یحضرہ الفقیہ ، ابو عبد اللہ نعمت (؟) کے نام سے معنون کی تھی ۔

شیخ ابوجعفر محمد طوسیؒ شیخ الطائفہ (۳۸۵ھ / ۹۹۵ء ——— ۴۶۰ھ / ۱۰۶۷ء)

علماء اولین میں شیخ طوسی خاتم المحدثین ، اور فقہ و تفسیر میں حجۃ الاسلام والمسلمین تھے ۔ ان کی وسعت نظر و کثرت تالیفات نے اُن کو بے مثال شخصیت بنا دیا تھا ۔

خانوادہ و وطن ۔

طوس کے مردم خیز خطے میں جہاں فردوسی جیسا شاعر و حکیم و مورخ تھا ۔ اسی زمین و زمان میں ، ایک محدث و فقیہ مفسر تھے جن کا نام ہے "حسن بن علی زج" ۔ یہ حسن بن علیؒ اپنے زمانے کے شیخ المحدثین اور مرکز عقیدت ارباب کمال تھے ۔ ان کے حلقۂ درس و آغوش تربیت سے (۱) شیخ سعید شہید ابو علی محمد بن حسن (۲) حافظ فتال نیشاپوری جیسے اکابر گذرے ہیں[1]

ولادت و تربیت ۔

اسی باعظمت گھر اور عالم باپ کے یہاں رمضان ۳۸۵ھ مطابق ۹۹۵ء کو محمد نامی فرزند کی ولادت

لہ ۔ ہدیۃ الاحباب ص ۲۰۸

ظاہر ہے کہ ابتدائی عمر گھر میں گذری، اپنے والد بزرگوار اور طوس کے اساتذہ سے تعلیم حاصل کی ہوگی۔ کچھ بڑھ کر جب علم میں مہارت اور ابتدائی درسیات کی تکمیل ہو گئی ہوگی تو باپ کے کتب خانے اور انہی کے مطالعہ و تلامذہ سے فیض اٹھایا ہوگا۔

کوئی بعید نہیں کہ رے اور مشہد بھی گئے ہوں کہ یہاں بھی مدارس و علماء اور مومنین بکثرت تھے۔

اعلیٰ تعلیم و سفر

لوگوں کا کہنا ہے کہ تئیس برس کی عمر میں انتہائی اساد اور اکابر شیوخ سے فیضیاب ہونے کے لئے ۴۰۸ھ میں بغداد کا رُخ کیا۔ بغداد میں درب [1] کا محلہ، مسجد قطیعہ نجوی، شیخ مفید کا مدرسہ اور سید مرتضیٰ کا جامعہ جیسی بڑی بڑی درسگاہوں کو دیکھ کر شیخ طوسی کا گھر جانے کو دل نہ چاہا ہوگا۔ علامہ نوری نے شیخ کے ایک سو انتیس شیوخ و اساتذہ کا ذکر کیا ہے۔[2]

لیکن ان کا خصوصی تعلق شیخ مفیدؒ اور سید مرتضیٰؒ سے رہا۔

۱۔ شیخ مفیدؒ کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ یہاں صرف خود شیخ طوسی کی ایک تصریح لکھنا چاہتے ہیں۔ جس سے اُن کی شاگردی اور تلمذ پر روشنی پڑے گی۔

محمد بن محمد بن النعمان المفید (الحارثی) البغدادی (العکبری) یکنی ابا عبداللہ المعروف بابن المعلم من اجلة متکلمی الامامیة۔ انتہت ریاسة الامامیة فی وقتہ الیہ فی العلم، وکان مقدما فی صناعة الکلام

محمد بن محمد نعمان۔۔۔۔ ابو عبداللہ اور ابن معلم کی کنیت سے مشہور تھے۔ شیعوں کے جلیل القدر متکلم اپنے وقت کے مرجع کل تھے۔ کلام و فقہ میں ماہر حاضر جواب، تیز دماغ، باریک بین تھے۔ چھوٹی بڑی دو سو کے قریب تالیفیں تھیں جن کی فہرست

---

[1] یہاں اصول کافی کا درس ہوتا تھا۔ دیکھئے احوال کلینی میں —— [2] خاتمہ مستدرک ص ۵۱۹

رجال و فقيها متقدما فيه، حسن الخاطر، دقيق الفطنة	مشہور ہے۔
حاضر الجواب له قريب من مائتي مصنف كبار و صغار	۳۳۸ھ میں ولادت اور شب جمعہ ۲ر یا ۳ر
و فهرست كتبه معروف ولد سنة ثمان و ثلثين	رمضان ۴۱۳ھ کو انتقال فرمایا۔
و ثلثمائة توفي لليلتين خلتا (ليلة الجمعة ثلث	وہ دن مجمع اور اپنے بیگانوں کے گریہ و
خلون) من شهر رمضان سنه ثلث عشرة	زاری کی وجہ سے یادگار ہے۔ اس سے پہلے کبھی
واربعمائة ـ وكان يوم وفاته يوما لم ير اعظم	اتنا مجمع کسی کی نماز جنازہ میں نہیں دیکھا گیا ——
منه من كثرة الناس للصلوٰة عليه و كثرة البكاء	(بعض کتابوں کے نام لکھنے کے بعد) ——
من المخالف والموالف	ہم نے یہ سب کتابیں اُن سے سُنی ہیں، جن میں
سمعنا من هذه الكتب عليها بعضها قراءة	بعض خود اُن سے پڑھی ہیں، بعض کئی مرتبہ اُن کے
عليه وبعضها يقرى عليه غير مرة وهو يسمع	سامنے پڑھی گئیں اور وہ سُنتے رہے۔

فہرست ص ۱۶۱ ۔ طبع کلکتہ

تیئیس چھبیس برس کی عمر میں جناب مفید کی کتاب "المقنعہ" کی شرح میں "تہذیب الاحکام" لکھنا شروع کی۔

۲۔ سید مرتضیٰؒ علم الہدیٰ ۔ (۳۵۵ھ ـ ۴۳۶ھ)

کے والدین سید شریف ابو احمد حسین بن موسیٰ، کاظمی نقیب الطالبین، جو علم و دولت سادگی و اعزاز کے لحاظ سے سابقین میں اپنی آپ مثال ہیں۔

علم الہدیٰ کی والدۂ ماجدہ فاطمہ بنت حسین عابدی سیدہ تھیں۔ رجب ۳۵۵ھ میں سید کی ولادت ہوئی، علی نام رکھا گیا لیکن بڑھ کر سید مرتضیٰ، علم الہدیٰ، السید الشریف، ذوالمجدین، ذوالثمانین کے القاب

ہی سے مشہور ہو گئے۔

ابن نباتہ وغیرہ سے ادب و نحو و صرف کے مبادی پڑھے اور شیخ مفیدؒ سے علوم اسلامیہ حاصل کئے۔
شیخ مفیدؒ نے خواب دیکھا تھا کہ معصومہ عالمؑ دو بچوں کو لے کر مسجد میں تشریف لائی ہیں اور فرما رہی ہیں ا۔

شیخ ان دونوں کو فقہ پڑھا دیجئے۔

یہ پریشان تھے کہ اس خواب کی تعبیر کیا ہوگی۔ کہ ایک روز اسی طرح ایک سیدزادی ویسا ہی برقعہ اوڑھے دو بچوں کو لے کر تشریف لائیں اور انہیں الفاظ میں سید مرتضیٰ و سید رضی کو شیخ کے سپرد کیا۔
شیخ نے مخدوم سمجھ کر پڑھایا اور انہوں نے پورے شوق سے پڑھا، نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں جہانِ تجلی بن گئے۔

سید مرتضیٰ اعلم ہاشمی النسل عربوں کی طرح خوبصورت و وجیہہ، نازک اندام، چھریرے بدن کے متوسط القامت شخص تھے۔ وجاہت و دولت و علم و منصب کے باوجود مرنجاں مرنج، ہمدرد، سخی اور وسیع الاخلاق تھے۔ نقابت طالبین، و سالاری حجاج کے عہدے دار اور ثمانین۔ کے علاقہ دار تھے۔ بیس ہزار درہم سالانہ آمدنی تھی جس سے مدرسہ و طلبا کی امداد کی جاتی تھی۔ کتب خانے میں اسی ہزار (آٹھ لاکھ) کتابیں تھیں۔ جلد ساز اور کاتب بھی ملازم تھے اور ان اخراجات کے لئے ایک گاؤں وقف تھا۔ لوگوں کو نقل و مطالعہ کتب کی عام اجازت تھی۔

شیخ طوسی کا وظیفہ مدرسے کے طلبا کو بڑے بڑے وظیفے دیتے تھے۔ چنانچہ جناب ابن براجؒ کو آٹھ دینار ماہانہ اور شیخ طوسیؒ کو بارہ دینار ماہانہ وظیفہ ملتا تھا۔[۱]

---

[۱] روضات الجنات ص ۵۰۶ تا ۳۷۹ ۔ ابن براج کا نام قاضی عبدالعزیز بن نحریر بن عبدالعزیز تھا۔ بیس سال تک طرابلس میں قاضی رہے۔ انہوں نے شیخ سے بھی تلمذ حاصل کیا تھا۔ ۹ شعبان ۴۸۱ھ میں انتقال کیا۔ ہدیۃ الاحباب ص ۵۰۔

شیخ مفیدؒ کے بعد ریاستِ دین کے زمام دار ہوئے۔ طوسی نے جناب مفید کے بعد یہیں رہ کر کسبِ علم و تالیف حاصل کیا۔

۲۵ ربیع الاول ۴۳۶ھ میں سید نے وفات پائی۔ ابو العباس نجاشی اور محمد بن جعفری داماد مفید و سلار بن عبد العزیز دیلمی نے غسل و کفن دیا۔ اور خود اُن کے صاحبزادے ابو جعفر محمد نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ نعش بغداد سے کاظمین منتقل ہوئی اور وہاں ابو القاسم جعفر بن محمد بن قولویہ (شاگرد کلینی و استاد مفید) اور شیخ مفیدؒ و سید رضی کے قریب سپردِ خاک کئے گئے۔[۱]

شیخ الطائفہ | سید کے بعد شیخ طوسی (۵۱ سال کی عمر میں) مسند مفید و سید کے وارث قرار پائے۔ درس و تدریس و تصنیف و تالیف میں مشغول رہے۔

شیخ جعفر کا کہنا ہے کہ حکومت میں یہ اعزاز تھا کہ خلیفہ گفتگو کرتے وقت کرسی پیش کرتا تھا۔[۲]

"مبسوط" اسی زمانے کی تالیف ہے کیونکہ اس پر علم الہدیٰ کا رنگ غالب ہے۔

کتاب المصباح بھی بغداد ہی میں لکھی، کیونکہ اس کتاب پر ایک ہنگامہ ہوا اور خلیفہ سے کہا گیا کہ اس کتاب میں ایک قابلِ اعتراض عبارت ہے۔

شیخ دربار میں جواب دہی کے لئے آئے تو عبارت دکھائی گئی۔

اللھم خص انت اول ظالم باللعن منی، وابدا بہ اولا، ثم الثانی، ثم الثالث، ثم الرابع۔ اللھم العن یزید بن معاویۃ خامسا۔

اپنے لوگوں کی شکائتیں سن کر بادشاہ سے کہا۔

۱۔ نیز دیکھئے میرا مضمون "اعیانِ شیعہ" سید مرتضیٰ علم الہدیٰ، مطبوعہ رضا کار لاہور یکم فروری ۱۹۵۹ء، روضات الجنات ص ۳۸۳

۲۔ ماضی النجف و حاضرھا، تاریخ شیعہ، مصر بن باقر طبع ۱۳۷۵ھ ص ۲۰

جناب، ظالم اول قابیل قاتلِ ہابیل، ثانی سے مراد قیدار ہے جس نے ناقۂ صالح کو پے کیا، ثالث سے قاتل یحییٰ بن زکریا اور رابع سے عبدالرحمن ابن ملجم قاتلِ امیرالمومنین ؑ سے مراد ہے۔

بادشاہ سلطان ہو گیا اور فسادیوں کو سزا دی[1]۔

بغداد میں تباہی! بغداد میں آئے دن شیعہ سنی جھگڑے ہو رہے تھے۔ بویہیوں کے عروج کا زوال تھا۔ عوام مشتعل تھے۔ چار سو برس سے دبے ہوئے شیعہ جو بویہیوں کے دور میں اُبھرے تھے پھر سے نشانۂ ستم بن گئے۔ بغداد میں امراء کی سیاست عوام میں جو فساد برپا کراتی اس میں کرخ (جہاں شیخ مفید ؒ رہتے تھے) اور شیعوں کے مدارس و مساجد و کتب خانوں پر ہی وہ آفت آتی تھی۔ اور یہ واقعات آئے دن ہوتے تھے۔ راضی باللہ (م ۳۲۹ھ) کے عہد میں جو آتش زنی ہوئی تھی اس کے لئے خلیفہ نے پچاس ہزار دینار دیئے تھے کہ نقصان کی تلافی کی جائے۔

قادر باللہ عباسی کے زمانے ۳۸۱ھ اور ۳۹۲ھ میں پے در پے فساد ہوئے۔ بالخصوص ۳۶۲ھ میں شیعوں کی تینتیس مسجدیں اور تین سو دکانیں جلائی گئیں اور بیس ہزار آدمی مارے گئے[2]۔ رجب ۳۹۸ھ میں لوگوں نے مسجد کرخ پر حملہ کر کے شیخ کو نقصان پہنچایا اور بہت بُرا بھلا کہا۔ معلوم نہیں کتب خانے کا کیا حشر ہوا۔ محمود نے مجد الدولہ (مقتول ۴۲۰ھ) کا وہ کتب خانہ جلا دیا جس میں معتزلہ و شیعہ عقائد کا بیش قیمت ذخیرہ تھا[3]۔

غزنوی اور سلجوقی عراق عجم و بغداد پر مسلط ہو رہے تھے۔ شیعوں کے لئے عرصۂ حیات تنگ تھا کہ ۴۴۹ھ میں پھر تباہی آئی۔ مکانات و مدارس میں آگ لگائی گئی۔ شیخ طوسیؒ کی درس گاہ، اور وہ کرسی جس

---

[1] روضات الجنات ص ۵۹۵۔ [2] یہ واقعہ فوات الوفیات ج ۱ ص ۱۸۶ طبع مصر ۱۲۹۹ھ سے نقل کر رہا ہوں۔ مرتضیٰ۔ [3] بکری بغدادی اسلام، ذاکر حسین، نیز دیکھئے تاریخ ابن کثیر دمشقی۔ [4] از ظاہر ایران، منقول، تالیف عباس پرویز۔ طبع آل بویہ

پر شیخ درس دیتے تھے نذر آتش کی گئی۔ؔ

ہجرت نجف :-

مسلسل ہنگاموں، اور لگاتار فسادات نے شیعوں کے لئے بغداد کی زمین تنگ کر دی۔ پڑھنے لکھنے والے کے لئے "فراغت و کتاب و گوشۂ چمن" اگر نہ ہو تو کم از کم ماحول میں سکون تو ضرور میسر ہو۔ ان حالات میں ظاہر ہے کہ یہاں رہ کر زندگی خطرے میں تھی۔ چہ جائیکہ علمی مشغولیت کا بقا۔ آخر مجبور ہو کر ۴۴۸ھ میں نجف کا رخ کیا۔ چالیس سال تک بغداد کے قیام، درس و تدریس، تالیف و تصنیف، میل جول اور سب سے بڑی بات یہ کہ شیعوں کی ریاست نے بہتے دریا کا رخ موڑ دیا۔

نجف سیاسی جگہ نہ تھی۔ خاص علم و عمل کی سرزمین، مدینۃ العلم کا دروازہ۔ السادس کیا کہ وہاں مدرسہ و حلقۂ درس قائم کیا اور اس پاک نیتی سے کہ آج تک روز افزوں ترقیوں پر ہے۔

نجف کے محلہ مشراق میں مکان بنایا اور اسی میں رہے اور بارش علم و عرفان کرتے رہے۔

اخلاق و عام حالات۔

یہ تو معلوم ہو چکا ہوگا کہ ان کا گھرانہ علم و عمل کا سرمایہ دار تھا۔ اور یہ ابتدائی مراحل طے کر کے تیئیس ۲۳ سال کی عمر میں بغداد آئے۔ اور یہاں اپنے علم و عمل کی وجہ سے معاصرین میں ممتاز ہو کر شیخ مفیدؒ و سید مرتضےٰ کی خدمت میں اعزاز پایا۔ اور ان دونوں کے بعد بغداد رہے اور قم کے اکابر کے ہوتے ہوئے بلاشرکت غیرے —— شیخ الطائفہ —— قرار پائے۔ اس کے معنے یہ ہیں کہ ان کی شخصیت میں جاذبیت، اخلاق میں بلندی تھی۔ احباب و معاصرین سے تعلقات اچھے تھے۔ چنانچہ اُن کے معاصر

لہ - خاتمہ مستدرک ص ۵۰۵ - نیز مختصر تاریخ بغداد - مطبع فرات بغداد ۱۹۳۶ء۔

اور خواجہ تاش، ساتھی جناب ابو العباس احمد نجاشی جیسے سخت نقاد نے بھی ان کی شخصیت کو سراہا ہے۔ ان کے الفاظ ہیں:۔

جلیـل من اصحابنا، ثقـة، عین

وہ ہمارے جلیل القدر اشخاص میں ثقہ اور عین ہیں۔ ثقہ کے معنے ہیں اخلاق و کردار کے لحاظ سے مکمل محتاط، امین، پابند احکام شریعت و عاملِ معلوماتِ اسلام۔

عین ؛ شریف و معزز و محترم

فہرست تالیفات و مقدمات کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ معاصرین کے معززین سے خط و کتابت تھی۔

وفات :۔

پچھتر سال کی عمر میں ۲۲، محرم ۴۶۰ھ مطابق ۱۰۶۷ء کی رات کو نجف میں انتقال فرمایا۔ ظاہر ہے کہ عالم اسلامی کے لئے کتنا غم انگیز واقعہ تھا۔ خصوصاً نجف و اطرافِ نجف میں کوئی ایسا شخص تھا جو نہ روئی۔ کون صاحبِ دل تھا جو جنازہ میں شرکت کرنے نہ آیا ہوگا۔

حسن بن مہدی سلقی[1]۔ شیخ ابو محمد حسن بن علی الواحد العین زربی اور شیخ ابو الحسن لوروئی نے اسی رات کو غسل و کفن دیا اور بعد نماز دفن کیا۔

مزار و مقبرہ

شیخ طوسیؒ نے وصیت فرمائی تھی کہ اُن کے سکونتی مکان میں دفن کیا جائے۔ پھر اسے مسجد بنا کر مدرسے کے طور پر بھی استعمال کیا جائے۔ چنانچہ وصیت پر عمل کیا گیا۔

---

[1] ۔ الذریعہ ج ۲ ص ۱۹۸

محلہ عمارہ (جس کا نام مشراق ہے) میں مسجد طوسی ہے اور صحن علوی کے مشرقی دروازے کو اسی لئے باب طوسی کہتے ہیں۔ مسجد طوسی نجف کی مشہور ترین واہم ترین مسجد ہونے کے علاوہ ایک قدیم درس گاہ بھی ہے۔ جہاں علم وعمل کے جلوے نظر آتے ہیں۔

یہ مسجد یا مدرسہ ومزار، کم از کم تین مرتبہ تعمیر کیا گیا۔ پہلی مرتبہ تو خود شیخ کے پسماندگان نے بنوایا۔ دوسری مرتبہ ۱۱۹۸ھ میں کہ مسجد کہنہ وشکستہ ہو گئی تھی۔ تیسری مرتبہ ۱۳۰۵ھ میں از سرِ نو طریقے پر تعمیر ہوئی اور یہی تعمیر باقی ہے۔ اس کے علاوہ اس کی تاریخ تعمیر معلوم نہیں ہو سکی۔[1]

اولاد:۔

علماء رجال نے عام سوانح کی طرح یہ بھی نہیں بتایا کہ شیخ نے کتنی اولادیں یادگار چھوڑیں، مختلف اشخاص کی چھان بین اور بڑی کاوش کے بعد ایک صاحبزادے اور دو صاحبزادیوں کا تذکرہ ملا۔

صاحبزادے کی کنیت "ابوعلی" اور نام "حسن" ہے۔ انہوں نے اپنے والد کے سامنے درسیات ہی نہیں مکمل کئے بلکہ انتہائی تعلیم اور درجۂ کمال حاصل کر کے اپنے والد کے تمام تالیفات خود انہی سے پڑھ لئے تھے۔[2] بعد اپنے والد کے مجلسی بیانات کی (پہلی جلد کی) روایت بھی کی۔ لوگوں نے اس "امالی" کو امالی ابوعلی کہنا اور سمجھنا شروع کر دیا۔[3]

ابوعلی کے علاوہ دو صاحبزادیاں بھی تھیں اور دونوں صاحبانِ علم وشرف۔ ان کی اولاد بھی مشاہیر اسلام اور محدثین ومصنفین میں رہی۔ ان میں سے ایک کی اولاد میں رضی الدین علی بن طاؤس م ۶۶۴ھ ہیں۔[4]

۱۔ ماضی النجف وحاضرہا ص ۱۰۲۔ ۲۔ میزان الرجال ص ۳۲۔ ۳۔ الذریعہ ج ۲ ص ۳۰۹۔ آغا بزرگ ہی نے تحریر فرمایا ہے کہ یہ امالی ۱۳۱۳ھ طہران میں شائع ہوئی ہے۔ ۴۔ الذریعہ ج ۲ ص ۳۱۰۔ ۵۔ مخفی نماند کہ جمعی از اکابر مشہور از مرتضات سید ... نسبت کہ مادرش دختر شیخ ورام ... و نسب سید بہ شیخ طوسی منتہی می شود از طرف جدہ آنکہ مادر مادرش دختر شیخ باشد۔ ہدیۃ الاحباب ص ۲۰۔

دوسری صاحبزادی کی اولاد میں محمد بن ادریس مولود ۵۴۳ھ ہیں۔

شاگرد :-

استنے بڑے استاد و محدث سے فیضیاب ہونے والوں کی فہرست کون لکھ سکتا ہے۔ لوگوں نے جن تلامذہ کا شمار اور تخمینہ کیا ہے وہ تین سو ہیں[1]۔ ان میں سے چند نام یہ ہیں۔

۱۔ ابو الصلاح تقی الدین حلبی جنہوں نے سید مرتضیٰ[2] سے پہلے اور ان کے بعد شیخ سے استفادہ کیا۔ علم الہدیٰ نے انہیں حلب میں اپنا نائب بنایا تھا۔ ان کے بعد شیخ کی نیابت بھی کی[3]۔

۲۔ قاضی ابن براج طرابلسی متوفی شب جمعہ ۹ شعبان ۴۸۱ھ[4]۔

۳۔ شیخ سلیمان بن حسن بن سلمان صہرشتی[5]۔

۴۔ ابو ابراہیم اسمٰعیل بن محمد بن محمد بن حسین بن بابویہ قمی۔

۵۔ ابو ابراہیم مذکور کے بھائی ابو اسحٰق بن محمد قمی۔

۶۔ حافظ شہید شیخ ابو علی محمد بن حسن بن علی بن احمد خشاپوری[6]۔

۷۔ آدم بن یونس نسفی[7]۔

تصانیف :-

شیخ کے تالیفات و تصانیف کے جو نام مل سکے ہیں ان کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ حدیث و کلام، فقہ و تفسیر

---

[1] - وبلغت تلامذہ من الخاصۃ اکثر من ثلثمائۃ ، ومن العامۃ مالا یحصیٰ - ماضی النجف ص ۳۰۲ ۔ [2] روضات ص ۱۳۰ ۔ [3] ہدیہ ص ۳۳ ۔ [4] دیکھئے روضات ص ۳۵۱ ۔ ہدیہ ص ۵۰ ۔ حاشیہ کتاب ہذا ص بعض احوال سید مرتضیٰ ۔ [5] عیون ص ۱۰۷ ، ہدیۃ ص ۱۴۰ پر سلیمان بے بیسکن ۔ خاتمہ مستدرک ص ۵۰۹ ۔ سلوا ، وہے ۔ [6] مستدرک ۔ روضات ص ۵۶۴ ۔ ہدیۃ ص ۲۰۸

رجال وغیرہ میں یکساں دسترس تھی۔ ہم نے مندرجۂ ذیل فہرست نجاشی، منتجب الدین وعلامہ صدر اور علامہ نوری کی فہرستوں سے مرتب کی ہے اور فہرست نجاشی کے لئے ن، فہرست طوسی منتجب الدین کے لئے ت، تاسیس الشیعہ لعلوم الاسلام کے لئے تا اور خاتمہ مستدرک کے لئے خ لکھیں گے۔[1]

رسائل ومسائل

۱۔ النقض علی ابن شاذان (خ۔ ف) فی مسئلۃ الغار۔

۲۔ العمل بالخبر الواحد (خ۔ تا ص ۳۱۳۔ یہ ایک ضخیم کتاب تھی)

۳۔ مسئلہ تحریم الفقاع

۴۔ مسائل وجیہہ: آیات کی تفسیر (خ۔ ف)

۵۔ مسئلۃ الرامیہ (ف۔ الرازیہ) فی الوعید (خ۔ ف)

۶۔ مسائل جیلانیہ (ف حنبلہ، حنبلانیہ[2]) ۲۴ مسائل (خ۔ ف)

۷۔ مسائل دمشقیہ۔ بارہ مسئلے۔

۸۔ مسائل الیاسیہ: مختلف فنوں پر سو بحثیں۔

۹۔ مسائل حائریہ: تین سو مسئلے

۱۰۔ مسائل حلبیہ۔

۱۱۔ مسائل فی الفرق بین النبی والامام

۱۲۔ مسائل ابن براج (ف میں ابن الراج ہے جو بظاہر غلط ہے۔

---

[1] مستدرک ص ۵۰۲ — ۵۰۸۔ فہرست طوسی ص ۲۸۷۔ نجاشی ۳۲۹۔ جہاں کوئی علامتی حرف نہ ہو تو سمجھنا چاہیئے کہ یہ کتاب خاتمہ و فہرست دونوں میں ہے۔ [2] ذریعۃ الجزء میں اخبلانیہ لکھا ہے۔ مرتضٰی

۱۳۔ مسئلۃ فی الاحوال الملیحہ۔ (ف۔ ن)[1]

۱۴۔ کتاب انس الوحید (مجموع)۔ (ف)

عقائد ۱۵۔ کتاب الغیبۃ۔

۱۶۔ تلخیص الشافی، فی الامامت۔ سید کی کتاب کا خلاصہ۔

۱۷۔ کتاب المفصح فی الامامۃ (ف۔ خ۔ ن)

۱۸۔ اصطلاحات المتکلمین:۔ اس کی شرح میر محمد سید ابن محمد مفید قمی نے ۱۰۹۹ھ میں لکھی۔ یہ شرح مع متن راجہ صاحب پیرپور کے کتب خانے میں ہے۔[2]

۱۹۔ کتاب المدخل الی علم الکلام۔ (ن۔ ف)

۲۰۔ اصول العقائد:۔ توحید مکمل اور کچھ حصہ عدل کا لکھا گیا تھا۔ (ف)

ادعیہ و اعمال ۲۱۔ مصباح المتہجد:۔ سال کے اعمال

۲۲۔ مختصر المصباح۔

۲۳۔ مناسک حج۔ فقط اعمال و ادعیہ

فقہ و اصول ۲۴۔ نہایہ:۔ فقہ کی یہ جلیل القدر کتاب شرایع الاسلام کی تالیف تک داخل درس تھی۔ اس میں تمام مسائل پر فتووں کے بجائے روایات ہیں۔ خود شیخ رح نے دیباچۂ کتاب الجمل والعقود میں لکھا ہے۔

۱۔ میرا خیال ہے کہ فہرست نجاشی میں جن کتابوں کے نام ہیں وہ سنہ ۴۳۸ھ [illegible] شیخ بغداد میں تھے۔ کیونکہ اولاً تو کتابیں بہت تھوڑی ہیں۔ دوسرے یہ کہ نجاشی نے ۴۵۰ھ میں انتقال کیا ہے۔ ۲۔ یہ نام صرف الذریعہ ج ۲ ص ۱۲۳ میں [illegible]

..... كتاب النهاية، فانه لا استزاد على ما قضمنه ولا استدرك على ما اشتمل عليه الا مسائل التفريع التي شرعنا في كتاب آخر فيها، اذا سهل الله تعالى اتمامه، والضاف الى كتاب النهاية كان غاية مايراد، وليس يختص مثل هذه الكتب المستدئين ولا المنتهين ـ وانما يقع الانس بها لمن دام النظر فيها، وردد فكره وخاطره في تاملها ۔

..... کتاب نہایۃ، تو ایسی کتاب ہے جس کے مندرجات میں اضافہ مشکل ہے۔ سوائے یہ کہ تفریعی (اجتہادی) مسائل لکھے جائیں۔ جن کے لئے ہم نے دوسری کتاب شروع کی ہے۔ خدا کرے کہ وہ تمام ہو جائے۔

اس کتاب کو نہایۃ میں بڑھایا جائے گا اور یہی آخری تمنا ہے۔ مگر ایسی کتابیں مبتدی یا منتہی لوگوں کے لئے نہیں ہوتیں۔ ان سے دلچسپی قران لوگوں کو ہوتی ہے جو ہمیشہ مطالعہ کرتے، غور و فکر کرتے اور پوری طرح سوچتے رہتے ہیں۔

۲۵۔ المبسوط: فروع فقہ کی بے مثال کتاب، جس میں اسی یا اکاسی ابواب ہیں۔

۲۶۔ کتاب الخلاف (ف ۔ خ)

۲۷۔ کتاب مایسع المکلف الاخلال بہ (ن ۔ ف)

۲۸۔ شرح جمل العلم والعمل ۔ (ن ۔ ف ۔ خ) عقائد و اعمال۔

۲۹۔ کتاب مایعلل ولا یعلل ۔ (خ)

۳۰۔ ھدایۃ المسترشد وبصیرۃ المتعبد (خ)

لہ ۔ مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو خاتمہ مستدرک ۵۰۶۔

۳۱ - کتاب الایجاز :- میراث میں، اس کے بہت سے قلمی نسخوں کا ذکر آغا بزرگ ظلہم نے فرمایا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ "الانجاز" نامی شرح بھی لکھی گئی تھی۔

۳۲ - شرح تمہید الاصول (ن)

۳۳ - کتاب العدۃ - اصول فقہ کی مشہور و متداول و مطبوع کتاب۔

۳۴ - کتاب الجمل و العقود[1] - یہ کتاب اب چھپ گئی ہے۔

ناشر کتاب حاجی محمود رمضانی مالک نمائندہ کتاب فروشی و چاپ خانہ خاور نے لکھا ہے :۔ "سال گذشتہ نسخہ خطی نفیسی کہ در سال ۸۰۹ بخط عالم مشہور احمد بن عبدالحق تبریزی نوشتہ شدہ بود رسالہ نحویہ شیخ فخرالدین پسر علامہ حلی کہ با کاتب ہم عصر بودہ نصیب بندہ شد۔ آرزو کردم کہ برائے خدمت بہ دین آں را بہ طبع رسانم" (آخر کتاب مذکور)۔ یہ کتاب جو چھوٹے سائز کے پچاس صفحات پر مشتمل ہے۔ سادہ و سہل انداز میں لکھی گئی ہے۔ شیخ رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے کہ:۔

اما بعد، فانا مجیب الی ما سألہ الشیخ الفاضل من املاء مختصر یشتمل علی ذکر کتب العبادات وذکر عقود ابوابها، وحصر جملها، وبیان افعالها والتروک، وما یتنوع من الوجوب، والندب، والاداب، واضبطها بالعدد لیسهل من یرید حفظها۔

..... شیخ فاضل (؟)[2] کے فرمانے سے میں یہ رسالہ اسی طرح لکھ رہا ہوں۔ اس مختصر میں کتاب عبادات کے ابواب، مختصرات کی تحدید، ان کے عدد۔ افعال و تروک اور واجب و سنت و آداب پر متفرع ہونے والے مسائل کی تعداد بھی لکھ دی ہے کہ یاد کرنے والوں کو آسانی ہو

---

[1] کسی فہرست میں الجمل والعقد دیکھا ہے جو غلط ہے۔ [2] نہ معلوم "الشیخ الفاضل" سے کون صاحب مراد ہیں۔ فہرست میں بھی یہی لفظ ہے اور وہ کتاب بھی انہیں کی فرمائش سے لکھی ہے۔ مرتضیٰ

چنانچہ پوری کتاب میں واجبات و مندوبات وغیرہ کو پابندی کے ساتھ عدداً قلمبند فرمایا ہے۔

تاریخ و رجال

۳۵۔ کتاب الابواب، یا رجال شیخ:- یہ کتاب طبقات کے طور پر لکھی تھی کہ پہلے وہ اصحاب ہیں جنہوں نے جناب رسالت مآبؐ سے روایتیں کی ہیں۔ پھر ائمہؑ کے اصحاب بترتیب۔ اور آخر میں ایک عنوان "من لم یرو عن الرجال" سے ان اصحاب کا ذکر کیا تھا کہ جو ہیں تو صحابی مگر راوی نہیں ہیں۔۱؎

۳۶۔ کتاب اختیار الرجال:- علامہ کشیؒ متوفی قبل از ۳۴۰ھ کی کتاب "معرفۃ الناقلین" کی ترتیب اور خلاصہ، جو پہلی مرتبہ بمبئی سے شائع ہوا۔ اور پھر نجف میں بھی چھپا۔

۳۷۔ کتاب الفہرست:- بڑی اہم باشان کتاب ہے۔ اس میں صاحبانِ اصل و اربابِ قلم اصحاب و اکابر علماء کا تذکرہ ہے۔ علامہ صدرؒ نے تاسیس الشیعہ میں لکھا ہے کہ اصل کتاب، علامہ سلیمان ماحوزی بحرانی کی نامکمل شرح اور ایضاح بحرانی کے ساتھ لیڈن سے چھپ چکی ہے۔

ایشیاٹک سوسائٹی کلکتے سے جو کتاب الفہرس چھپی تھی (اور حاشیے پر نضد الایضاح ہے) وہ اصل کتاب کا خلاصہ ہے جو جس کے مرتب منتجب الدین مولود (۵۰۴ - متوفی ۵۸۵ھ) ہیں۔

یہی کتاب فہرست طوسی کے نام سے متداول ہے۔ جیسے فہرست نجاشی، کہ درحقیقت وہ تلخیص شیخ ہے۔

۳۸۔ المجالس والاخبار۔

۳۹۔ مقتل الحسینؑ (ف)

۴۰۔ اخبار المختار (ف)

۱؎ تاسیس ص ۲۶۶ ۔ ت ۔ ن ۔ خ۔

تفسیر میں | مسائل رجبیہ کے علاوہ تبیان جیسی عظیم الشان یادگار چھوڑی، اس تفسیر کی دس جلدیں تھیں۔ ادب و بلاغت، حکم و آداب، مسائل و احکام کا یہ مجموعہ ایک مایۂ ناز حیثیت کا حامل ہے۔

۴۱۔ تبیان شائع ہو چکی ہے اور ملتی ہے۔

حدیث | قرآن و حدیث کے اوپر جو کتابیں لکھی ہیں اصولاً انہیں سب سے پہلے ہونا چاہیئے تھا لیکن میں نے چاہا کہ مؤلف کے تنوع فعل اور رجحان کا اندازہ لگانے کے بعد اصل موضوع کے بارے میں روشنی پیدا ہو جائے۔ حدیث میں دو کتابیں اصول اربعہ میں داخل کی جاتی ہیں۔

۴۲۔ تہذیب اور ۴۳۔ استبصار

تہذیب الاحکام

شیخ مفید علیہ الرحمہ کی کتاب مقنعہ فقہ کی شرح ہے، جو چھبیس برس کی عمر میں (۴۱۱ھ) شروع کی چنانچہ مقدمے میں لکھا ہے کہ اس کتاب میں شیعہ سنی روایات میں وہ مختصر روایات لکھے جائیں گے جو مسئلہ سے متعلق ہوں گے۔ لیکن کتاب الطہارت ختم کرنے کے بعد یہ طرز بدل دیا۔ اور ہر باب اور ہر مسئلے پر شیعہ سنی روایات کو تفصیل کے ساتھ جمع کرنے لگے۔ اس طرح پوری کتاب لکھنے کے بعد کتاب الطہارت پھر سے لکھی اور اپنے اصول تالیف کی وضاحت خاتمہ میں کر دی[1]۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

آغاز کتاب میں طے کیا تھا کہ مقنعہ کے مسائل کو ایک ایک کر کے لکھیں گے۔ پھر اس کے ظواہر مطالب سے نتیجے لکھے جائیں گے اور تائید کے لئے سنی روایات بھی جمع کروں گا۔

---

[1] فہرست جواہر الکلام ص ۵۹

چنانچہ کتاب البحار و تمک۔ اکثر یہ خیال برسرکار رہا۔ پھر یہ خیال آیا کہ اس طرح کتاب کے مکمل ہونے میں دیر لگے گی چنانچہ صرف شیعہ مخالف و موافق فتوے احادیث لکھے اور طول سے بچنے کے لئے پورے سلسلے کے بجائے سند میں آخری راوی کا نام لکھنے پر اکتفا کی۔ کتاب کے نام یا راوی لکھنے میں پوری احتیاط برتی ہے۔ اس طرح فقیہ کے لئے ہر مسئلے کے دونوں رخ واضح ہو گئے۔

یہ ہو سکتا ہے کہ لوگ روایات و اخبار کو مرسل یا غیر مستند نہ سمجھ لیں۔ اس لئے اب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ہمارے روایتی سلسلے اور شیوخ اجازہ کون کون حضرات ہیں کہ ان کی روایتی حیثیت اور اسنادی کیفیت معلوم ہو جائے: اہمیت موضوع اور نقطۂ نظر کے بار بار بدلنے سے کتاب میں ناہمواری آگئی۔ یعنی

۱۔ ایک روایت کے ٹکڑے الگ الگ لکھے کہ ہر مسئلے میں اس سے متعلقہ بات ہی لکھی جائے جس کا نتیجہ یہ کہ متن روایت سالم نہ رہا۔

۲۔ چونکہ روایت کی اصل صورت سامنے نہ رہی۔ اس لئے اس سے استدلال اور مطلب سمجھنے میں مشکل پیدا ہو گئی اور دوسرے کے لئے تو کیا خود مؤلف کے لئے دشواریاں پیدا ہو گئیں۔ اسناد و حوالہ کتب نامکمل ہیں۔

۳۔ بقول صاحب روضات باوجود اس محنت و عظمت کے اسم و مسمّی میں مطابقت نہ رہی۔ احادیث کے انتشار و تقطیع و بریدنے استنباط مسائل میں دشواری پیدا کر دی"۔[۱]

ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں احادیث کا شمار کس قدر دشوار ہے۔ اس کے باوجود لوگوں نے روایات شمار کئے، اور بنا بر تصریح علامہ نوری[۲]، کل تعداد احادیث "تیرہ ہزار پانچ سو نوے" (۱۳۵۹۰) ہے جنہیں تین سو ترانوے (۳۹۳)

---

[۱] ہم نے یہ خلاصہ روضات ص ۵۶۱ اور خاتمہ مستدرک کی منقولہ عبارتوں سے لکھا ہے

[۲] خاتمہ مستدرک ص ۷۵۶۔

ابواب میں درج کیا ہے[1]۔

ان پریشانیوں کے باوجود اس کتاب نے ایک بہت بڑا فائدہ یہ پہنچایا کہ مسائل پر استدلال کرنے کا اسلوب بتا دیا۔

۲۔ فہم حدیث اور تجزیہ کی یہ پہلی مثال ہے۔ اس سے پہلے اس پیمانے پر حدیث سے یہ کام نہیں لیا گیا اور اس کے بعد دو تین صدیوں تک یہ اسلوب کم و بیش اقتدار پر رائج رہا۔

۳۔ تہذیب الاحکام ہی سے یہ معلوم ہوا کہ فتویٰ دینے کے لئے کس قدر دقتِ نظر و کثرتِ اطلاع کی ضرورت ہے۔

علامہ محمد تقی مجلسی اول نے شرح میں جو تفصیل لکھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب چونکہ جلدی میں لکھی گئی اور نظر ثانی ٹھیک طرح نہ ہو سکی۔ اس لئے عبارت میں بہت کچھ رہ گیا اور صاف نہ پڑھے جانے کی وجہ سے نقل در نقل سے کتاب کو اور زیادہ نقصان پہنچا۔

تہذیب الاحکام کے حواشی و شروح

جواہر کلام نے سات شرحوں کا تذکرہ کیا ہے[2] اور سرکار آقائے بزرگ مدظلہ نے الذریعہ جلد چہارم میں بیس حواشی کا تذکرہ فرمایا ہے[3]۔

یہ کتاب بھی کافی کی طرح ہندوستان اور ایران میں چھپ چکی ہے۔

الاستبصار فیما اختلف من الاخبار

کتب اربعہ میں چوتھے درجے کی کتاب مانی جاتی ہے۔ اصل کتاب کی وجہ تالیف و نوعیت ترتیب

---

[1] تاسیس الشیعہ ص ۲۰۰۔ [2] فہرست کتب خطی ص ۲۰۔ [3] تفصیل کے لئے دیکھئے ص

کے سلسلے میں خود شیخ کی عبارت و ترجمہ یہ ہے۔

فانی رأیت جماعة من اصحابنا لما نظروا فی کتابنا الکبیر الموسوم بتهذیب الاحکام، ورأوا ما جمعنا فیه من الاخبار المتعلقه بالحلال و الحرام، ووجدوها مشتملة علی اکثر ما یتعلق بالفقه من ابواب الاحکام، وانه لم یشذ عنه فی جمیع ابوابه وکتبه مما ورد فی احادیث اصحابنا وکتبهم واصولهم ومصنفاتهم إلّا نادر قلیل وشاذ یسیر، وانه یصلح ان یکون کتابا مذخورا یلجأ الیه المبتدی فی تفقهه، والمنتهی فی تذکره والمتوسط فی تبحره فان کلا منهم ینال مطلبه ویبلغ بغیته۔[1]

ہماری کتاب کبیر "تہذیب" کو لوگوں نے دیکھا کہ اس میں احکام حلال وحرام سے متعلقہ اخبار، اور اکثر فقہی روایات موجود ہیں۔ اور تمام ابواب و موضوعات پر بعض چند روایات کے علاوہ سب کچھ موجود ہے اور شیعہ مصنفین کے تصانیف واصول کے زیادہ سے زیادہ احادیث موجود اور یہ بھی محسوس کیا کہ وہ مبتدی کے لئے ذخیرہ، منتہی کے لئے اشارہ، اور متوسط کے لئے عبور کا ذریعہ ہے۔ غرض ہر ایک اپنا مطلب نکال سکتا ہے۔

تشوقت نفوسهم الی ان یکون ما یتعلق بالاحادیث المختلفة مفردا علی طریق الاختصار یفزع الیها المتوسط فی الفقه لمعرفته والمنتهی لتذکره۔۔۔۔۔

اس کے بعد لوگوں کو شوق ہوا کہ مخالف وموافق روایات اور استدلال و بحث کے بجائے مختصر طریقے پر ایک ایسی کتاب مرتب کی جائے کہ جس میں مختصر طریقے سے اختلافی روایات جمع ہوں کہ درمیانی صلاحیت رکھنے والوں کے لئے ماخذ اور ماہرین کے لئے ایک یادداشت ہو۔

---

[1] ۔ ہمارے نسخے میں "بقیتہ" ہے جو بظاہر کاتب کی غلطی ہے۔

پھر ان روایات کو جمع کرنے میں یہ خیال لکھا ہے کہ:۔

۱۔ ہر باب میں اپنے فتوے کا مستمسک اور اپنے نزدیک ان ابتدئ فی کل باب بایراد ما اعتمدہ من

زیادہ معتمد روایتوں کو لکھا ہے، پھر اس کے مخالف اخبار کو۔ الفتویٰ، والاحادیث فیہ، ثم اعقب بما یخالفہا

۲۔ دونوں طرح کی روایتوں میں وجہ جمع و تطبیق کو بھی لکھا۔ من الاخبار، وابیّن وجہ الجمع بینہا... [1]

یک صفحے کی فنی گفتگو، حدیث و اقسام حدیث پر بحث کرنے کے بعد کتاب شروع کی ہے۔ جس کے

تین حصے ہیں پہلے دوسرے میں عبادات، اور تیسرے میں باقی ابواب فقہ۔ تینوں حصوں میں نو سو پچیس (۹۲۵) باب اور

بقول مؤلف پانچ ہزار پانچ سو گیارہ (۵۵۱۱)، اور بنا بر تحقیق بعض محققین۔ چھ ہزار پانچ سو اکتیس (۶۵۳۱) روایات ہیں۔ [2]

یہ کتاب سب سے پہلے لکھنؤ میں میرزا محمد علی صاحب نے "مطبع جعفریہ" سے دو جلدوں میں شائع

کی پھر ایران سے ایک جلد میں چھپی۔ اب ٹائپ سے بہت معیاری طور پر چھپ رہی ہے۔ جسے سید حسن

موسوی خراسانی نجف سے شائع کر رہے ہیں۔ اس کی جلد اول ۱۹۵۶ء میں شائع ہوئی جو پیش نظر ہے۔

عبدالعزیز جواہر کلام نے "فہرست کتب خطی کتاب خانہ عمومی معارف جزء اول مطبعہ مہر ۱۳۱۳ش" میں دو پر

تیرہ شرحوں اور صفحہ ۵۹ پر سات حاشیوں کا ذکر کیا ہے اور علامہ بزرگ محمد محسن طہرانی نے الذریعہ ج ۲ صفحہ ۱۷

سے ۱۹ تک مزید چھ حاشیوں کی بھی تفصیل لکھی ہے۔ نیا نسخۂ ایران سمیت چودہ (۱۴) حواشی کا علم ہے۔

دو شرحیں تو مستقل طور پر کتابیں بن گئیں۔

---

[1] فہرست کتب خطی ص ۵۷ و رتا سیس ص ۲۸۹۔ [2] نئے ایڈیشن کے حاشیے کی عبارت "النسخۃ المطبوعۃ الجعفریۃ

بمطبع خاص۔ جدید لکھنؤ ۱۳۰۷ھ وعلیہا بعض التقییدات الایضاحیۃ ولعلہا النسخۃ التی اشار الیہا العلامۃ الحاج

الایرانی الاستاذ ابوالقاسم سحاب فی مؤلفہ (فرہنگ خاور شناسان) بما تعریبہ۔ سحاب کی عبارت سے صرف اسپرنگر کا تعارف

ہے۔ اشاعت استبصار اسپرنگر سے کوئی تعلق نہیں رکھتی۔ مرتضیٰ

ایک شیخ قاسم بن محمد بن جواد کی شرح جو کئی جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کا نام ہے "شرح الاستبصار فی احادیث الائمۃ الاطہار"۔

دوسری "جامع الاخبار فی ایضاح الاستبصار" علامہ فقیہ عبداللطیف بن علی بن احمد شامی عاملی کی شرح ہے۔

---

maablib.org

حصۂ سوم

دورِ جمع وتہذیب

محاسنِ متاخرین

- محسن فیض
- شیخ حر عاملی
- مجلسی

——— وافی

——— وسائل

——— بحار

maablib.org

دورِ جمع وتہذیب

شیخ طوسی کے بعد سے دسویں صدی ہجری کے آخر تک یہی کتابیں فقہا کے لئے ماخذ رہیں۔ دسویں صدی کے وسط میں پھر سے ماحول ساز گار ہوا۔ اور کچھ یوں ظہور سے اور تین چار اکابر محدثین نے فنِ حدیث کو موضوع بنایا اور گذشتہ مجامیع سے زیادہ بڑے پیمانہ پر کتابیں مرتب فرمائیں۔ ہم اس عہد کو "دورِ مجلسی" کہیں گے کیونکہ جس طرح اس سے پہلے کے دور میں کافی سب سے بڑی جامع کتاب تھی اسی طرح اس عہد میں بحار الانوار سب سے جامع تالیف ہوئی۔ اس دور میں کلینی جیسے سابق تھے۔ اور اس دور میں بلحاظ وفات مجلسی مؤخر، مگر زمانِ حیات کے لحاظ سے ایک ہی صدی کے لوگ ہیں۔

چھٹی صدی سے دسویں صدی تک درس و تدریس، بحث و تمحیص سے فقہ و اصول نے عروج پایا۔ تفسیر، اصول و فقہ کی طرف توجہ رہی۔ اور آج بھی یہ مسلّم ہے کہ کتبِ اربعہ اخذ مسائل و استنباطِ احکام فقہ و عقائد کے لئے کافی ہیں۔

حکومت صفویہ کے قیام سے شیعہ اپنے اعمال و عقائد کے اظہار میں نسبتاً آزاد اور جان و مال کو محفوظ سمجھنے لگے تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ علماء سمٹ کر قریب ہوئے جن سے ایک علمی فضا ساز گار ہوئی۔ کتب خانے لبریز، مدرسے آباد اور علما فارغ البال اور خطرات دور تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بحار الانوار جیسی عظیم الشان کتاب مرتب ہوگئی جس کے بعد شاید یہ دعوے آسان ہو گیا کہ جس طرح کافی سے پہلے اس کے برابر کوئی کتاب نہ تھی، اسی طرح بحار سے پہلے اتنی جامع تالیف نہ ہو سکی، یعنی پانچ سو برس کے طویل وقفے کے باوجود شیعہ محدثین جوامع اسلام کے تعلیمات کے گراں بہا سرمایہ ہے۔

اب ہم اس دور کے محدثین وعلماء اکابر میں مشہور ترین تین محدثوں اور وافی و وسائل و بحار کے مؤلفین کے تذکرے اور اس دور کے خدماتِ حدیث کا ذکر کرتے ہیں۔

علامہ فیضؒ (۱۰۰۷ھ / ۱۵۹۸ء ——— ۱۰۹۲ھ / ۱۶۸۱ء)

کافی کے بعد ترتیب و جمع کے لحاظ سے ضخامت وکثرتِ احادیث کی حیثیت سے بحار الانوار کے بعد وافی کا درجہ ہے۔ محسن فیضؒ اپنی جامعیت اور فنی قابلیت کے لحاظ سے شیعہ علماء میں جن خصوصیتوں کے مالک ہیں ان میں اگر مؤلف کتاب وافی ہونے کی صفت نہ ہوتی تو شاید شخصیت اتنی ہمہ گیر نہ ہوتی لیکن وافی نے ان کو رجال میں ممتاز اور تاریخ حدیث میں سربلند کر کے بنا دیا یوں تو اُن کا گھرانا علم و عمل کا سنگم تھا۔ ان کے والد نہ صرف مشہور و جلیل القدر عالم بلکہ لوگ ان کے نفسِ قدسی کو عجائب و کرامات کا مظہر مانتے اور ولی جانتے تھے۔ حافظے کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ کتابوں کے ایک صندوق میں دیمک وغیرہ نے کتابیں کھا لیں۔ ایک پوست پر شاہ صاحب کی یہ رباعی ملی ؎

علمے کہ حقیق است در سینہ بود ... در سینہ بود ہر انچہ در شتی نہ بود (؟)

صد خانہ تراکتاب سودے نکند ... باید کہ کتاب خانہ در سینہ بود

انہی جلیل القدر بزرگ مرتضےٰ کاشانی کے یہاں علامہ محسن فیض نے

ولادت و تعلیم ۱۰۰۷ھ میں ولادت اور کاشان و قم میں تربیت پائی اور یہیں مشاہیر و اکابر علماء واعزہ سے ابتدائی اور وسطانی تعلیم حاصل فرمائی ذہن خداداد، اور شوق بے پناہ نے معاصرین میں ممتاز کر رکھا تھا کہ سننے میں آیا شیخ ماجد بحرینی شیراز میں مسند علم و عمل پر متمکن ہیں۔ دل تڑپا کہ پہنچ کر فیض حاصل کریں مگر والد رخصت نہیں کرنا چاہتے تھے آخر استخارہ قرآن پر معاملہ ٹھہرا۔ فال نکالی تو یہ آیت نکلی۔ فلولا نفر من کل

فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین ۔ اس کے بعد دیوان امیرالمومنین ؑ سے تفصیل طلب کی گئی ترغیب سفر نکلے۔

تغرب عن الاوطان فی طلب العلی

وسافر ففی الاسفار خمس فوائد

تفرج ھم، واکتساب معیشۃ

وعلم وآداب وصحبۃ ماجد

اب کیا تھا۔ کمر شوق باندھی، سامانِ سفر لیا اور حدیث و علوم آلِ محمدؐ کی طلب کے ہاتھ میں ہاتھ والا۔ شیراز پہنچے، یہاں عالم ہی دوسرا تھا۔ شیخ ماجد جیسے محدث سے علوم حدیث و فقہ، ملا صدرا جیسے حکیم سے حکمت و فلسفہ حاصل کر کے نام پیدا پایا اور یہ شرف بھی کہ ملا صدرا نے داماد بنا لیا۔ زندگی کا بڑا حصہ تحصیلِ علوم میں گذار کر قابلِ فخر اساتذہ پائے مثلاً شیخ بہائی سید طاہر قمی ملا خلیل قزوینی و شیخ محمد بن صاحب المعالم ملا صالح مازندرانی شیخ سلیمان ماحوزی محمد بن ابراہیم شیرازی۔

تصوف کا چرچا تھا اور علمِ حدیث کا زور، اکابر و مشاہیر فقہا کا دور دورہ چنانچہ علامہ محسن پر بھی اپنے خسر ملا صدرا کے زیر اثر تصوف اور شیخ ماجد کے زیر اثر اخباریت کا اثر رہا۔ ادبی ذوق نے تصوف کو خوب چمکایا۔ اس لئے حریفوں نے اس کمزوری کو خوب اُبھارا۔ بڑی لے دے ہوئی۔ یہاں تک کہ آخر میں ان کو یہ مسلک بدلنا پڑا اور ایک خط کے جواب میں صاف صاف اپنے مسلک کو بیان کر کے مخالفین کو خاموش کرنے کی کوشش۔

بات یہ ہوئی کہ مشہد کے لوگوں نے کسی شخص کو یہ کہتے سُنا کہ ملا محسن فیض حال و قال کے بارے میں اچھی رائے رکھتے ہیں بات بڑی اہم اور شیعہ فلسفے کے خلاف تھی۔ اس لئے ان لوگوں نے خط لکھا۔

عرضداشت بندۂ کمترین محمد مقیم مشہدی بعرض می رساند کہ صلاحیت آثار، مولانا محمد علی سوفی مشہور بعقری تازہ از دار السلطنت اصفہان بمشہد مقدس مراجعت نمودہ مکرر در محافل و مجالس اظہار می کند کہ در باب ذکر جلی کردن و در اثنائے تکلم بکلمۂ طیبہ اشعار عاشقانہ خواندن، وجد نمودن در قصیدہ و حیوانے نخوردن و چلہ داشتن وغیر ذالک از امورے کہ متصوفہ برسم عبادت می آورند۔ از عالی جناب معلی القاب اخوندی ام دام ظلہ رخص و ماذون شدہ بلکہ مستحب مذکور در مجلس رفیع الشان نیز گاہے امثال اینہا واقع نمودہ است و ما خیال است از حقیقت ما جرا شیعیان این جا را اطلاع بخشید کہ آیا آنچہ صلاحیت آثار مزبور بجدام کرام ایشان استاد می کند وقوع دارد یا نہ؟ اگر چہ آنچہ واقع بودہ باشد، ہمگان پیروی ان را لازم شمرند، و اگر خلاف واقع مذکور ساختہ است دست ازین قسم حرکات بکشند۔

اس کے جواب میں علامہ فیض نے لکھا :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم سبحانک ھذا بہتان عظیم۔ حاشا کہ بندہ تجویز کنم رسم تعبدی را کہ در قرآن و حدیث از آن و رسم وارد نہ شدہ باشد و تعبد رسمی کہ از ائمہ معصومین صلوٰۃ اللہ علیھم خبرے در شریعت آن رسیدہ باشد بلکہ نص قرآن بخلاف آن نازل باشد قال اللہ تعالیٰ ادعوا ربکم تضرعا وخفیۃ إنہ لا یحب المعتدین یعنے بخوانید پروردگار خود را از روئے زاری و پنہانی بدرستے کہ خدائے سبحانہ وتعالیٰ دوست نمی دارد آنانے را کہ از اعتدال بیروں می روند۔ و در جائے دیگر می فرماید ادعوا ربکم تضرعا وخیفۃ ودون الجھر من القول یعنے بخوانید پروردگار خود را از روئے زاری و ترس را پست تر از بلند گفتن و در حدیث نیز وارد است کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ اصحاب را منع فرمودند از فریاد بجا آوردن بتکبیر و تہلیل منع بلیغ و فرمودند کہ ندا می کنید شما کسے را کہ نشنود یا دور باشد و سایر امور مذکورہ نیز یا منع از آن بخصوص وارد است یا اذن در آن وارد نیست: یعظکم اللہ تعالیٰ ان تعودوا لمثلہ ان کنتم مومنین۔ و کتب محمد بن مرتضیٰ المدعو بمحسن [1]

[1] روضات ص ۵۴۲ فوائد ص ۳۹۰ نقلا عن نعمۃ اللہ الجزائری۔

اگرچہ ان کے تصانیف اور بہت سے تالیفات پر یہ رنگ چھایا ہوا ہے اور بلاشبہ اُنھوں نے محی الدین ابن عربی اور غزالی جیسے صوفیا کے اقوال و آراء کو نقل کیا اور خود بھی اس رنگ میں اتنے ڈوبے کہ تفسیر صافی جیسی کتاب کا سرسری مطالعہ ان کی تصوف پسندی کا غماز بنتا ہے ۔ چہ جائے کہ محجۃ البیضاء فی احیاء الاحیاء یعنے احیاء العلوم کی تلخیص و تشریح و تجرید (تالیف ۱۰۴۶ھ) پھر اس کا خلاصہ کتاب الحقائق کے نام سے مرتب کیا اس کے علاوہ کلمات المکنونہ فلسفہ توحید اور جلاء العیون اذکار قلبی پر لکھی۔

مگر باوجود ان باتوں کے وہ آخر تک اس مسلک پر باقی نہیں رہے بلکہ گذشتہ خطا اور بعض تالیفات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان عقائد و مسلمات کے سخت مخالف ہو گئے تھے ۔ اسی وجہ سے علامہ طاہر قمی اور محمد باقر سبزواری جوان کے سخت مخالف تھے ۔ مسلک کی تبدیلی سے متاثر ہو کر جھک گئے ۔ بلکہ علامہ سبزواری نے تو یہاں تک کہا کہ "یا محسن قد اتاک المسیٔ"۔

علامہ فیض نے اپنے سوانح و تصانیف پر الگ الگ دو کتابیں لکھی ہیں ۔ افسوس ہے کہ عام تذکرہ نگاروں اور صاحبانِ رجال نے مختصر ترین احوال و تصانیف کی سرسری فہرست لکھی جسے ہم نے بقدر امکان جمع کر دیا ہے

عام اخلاق صوفیانہ مزاج ہونے کی وجہ ہمدردی ، خوش اخلاقی تحمل عام جوہر تھا ۔ فلسفی اور محدث تھے اس لئے علماء سے تعلقات اور معاصرین سے گہرے روابط تھے ۔ جن میں اتنی کشش تھی کہ بڑے بڑے مخالف بھی آخر تک مخالف نہ رہ سکے ۔

اعزہ اور خاندان والوں سے محبت و خلوص سے ملتے تھے ۔ جناب فیاض (م ۱۰۵۱ھ) اور علامہ فیض ایک دوسرے کے ہم زلف تھے ۔ دونوں کا ایک خط اور اس کا جواب صاحب روضات نے نقل

کیا ہے۔ جس سے ان کے قلبی لگاؤ، اور یگانگت کا پتہ چلتا ہے۔

محدث و فقیہ ہونے کی وجہ سے سیرت آل محمدؐ کا پرتو، اور خدمت دین کا جذبہ بیدار۔ عبادت و نشر اسلام کا ارادہ مسلسل عمل کے ذریعے پورا رہا۔ درس و تدریس۔ تصنیف و تالیف کے عام مشاغل میں مصروف رہ کر پچاسی برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔

وفات :۔

سنہ ۱۰۹۲ھ مطابق سنہ ۱۶۸۱ء میں وفات پائی۔

مزار :۔

کاشان میں وطن مالوف میں دفن ہوئے اور آج بھی ان کا مزار زیارت گاہ و مرکز عقیدت ہے۔[1]

اولاد :۔

افسوس ہے کہ ان کی اولاد میں ایک صاحبزادے محمد کے علاوہ کسی کا سراغ نہ مل سکا۔

محمد۔ علم الہدیٰ کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ خوش اخلاق وسیع النظر، فقیہ، رجالی اور بڑے خوشنویس تھے۔ اپنے نانا اور والد بزرگوار اور دوسرے اکابر سے تعلیم حاصل کی تھی۔

علی بن عباس قمی نے ان کی دو کتابوں کا ذکر کیا ہے:۔

۱۔ معادن الحکمہ :۔ جس میں ائمہ علیہم السلام کے مکاتیب جمع کیے ہیں۔

۲۔ نضد الایضاح :۔ "جزء ایضاح الاشتباہ" کی تہذیب و ترتیب ہے۔ یہ کتاب سنہ ۱۰۷۳ھ میں مرتب کی اور ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ نے "فہرس طوسی" کے حاشیے پر شائع کی ہے۔[2]

---

[1] ۔ ہدیۃ الاحباب ص ۲۲۲ ۔ [2] علی بن عباس قمی نے اسے مطبوعہ لندن قرار دیا ہے جو اشتباہ ہے ۔ میرے پاس یہ ایڈیشن موجود ہے۔

شاگرد و تلامذہ :-

محسن فیض کے تلامذہ کی فہرست بہت طولانی ہے۔ کیونکہ اس دور میں طلباء اور علماء بکثرت تحصیل علم کے لئے پھیلے ہوئے تھے اور لوگ تبرکاً و اعزازاً کے لئے بھی اکابر سے سلسلہ روایت حاصل کرتے تھے چنانچہ خود علامہ مجلسی علیہ الرحمہ نے جناب فیض سے اجازۂ روایت لیا ہے۔

تالیفات :-

شیخ یوسف بحرانی نے "لؤلؤۃ البحرین" میں فیضؒ کے تصانیف و تالیفات و تراجم و شروح کی طولانی فہرست دی ہے۔ اور روضات میں بھی۔[1] ہم تقریباً ان دو سو ناموں سے چند اہم کتابوں کے نام لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

تفسیر :-

۱۔ صافی :- تالیف ۱۰۷۵ھ، شیعوں میں غالباً سب سے زیادہ متداول تفسیر ہے۔ اور نہ معلوم کتنی مرتبہ چھپ چکی ہے۔

۲۔ اصفی :- خلاصہ صافی، تقریباً بیضاوی کے رنگ میں ہے۔ اس کے تھوڑے سے حصے کا اردو ترجمہ بھی چھپ چکا ہے۔

۳۔ تنویر المذاہب :- ملا واعظ کاشفی کی تفسیر پر حاشیہ۔

فقہ و اصول

۴۔ معتصم الشیعہ :- تالیف ۱۰۴۲ھ

۵۔ النخبہ :- تالیف ۱۰۵۲ھ سنن و آداب و احکام و اخلاق کا خلاصہ

۶۔ سفینۃ النجاۃ :- تالیف ۱۰۵۸ھ شرعی احکام کے ماخذ پر بحث۔

لہ ۔ ملاحظہ ہو روضات ص ۵۱۱ ۔ فوائد الرضویہ ص ۶۳۳ ۔ لؤلؤۃ البحرین میں صفحات نہیں ہیں۔

۷۔ نقد الاصول الفقہیہ :۔ سب سے پہلی تصنیف۔ تصوف و حکمت اشراق۔

۸۔ محجۃ البیضاء فی احیاء الاحیاء، غزالی کی احیاء العلوم کی تلخیص۔ تالیف سنہ ۱۰۳۶ھ

۹۔ انوار الحکمۃ وغیرہ۔

سوانح :۔

۱۰۔ الانصاف، اپنے حالات اور تصوف کے بارے میں اپنے خیالات۔ تالیف سنہ ۱۰۸۳ھ

۱۱۔ ھدایۃ الاشراف :۔ خلاصۃ الانصاف۔ جو ۱۲۹۰ھ میں الگ اور سنہ ۱۳۱۱ھ میں ایک مجموعے کے ساتھ شائع ہوئی۔

حدیث :۔

۱۲۔ کتاب الوافی :۔ کتب اربعہ کا بہترین مجموعہ جس کی تالیف سنہ ۱۰۶۸ھ میں ختم ہوئی اور سنہ ۱۰۸۲ھ میں شافی کے نام سے اس کا خلاصہ پھر کتاب النوادر میں ایسے احادیث کو جمع کیا جو کتب اربعہ کی طرح استعمال کرتے ہیں۔ ہمیشہ استدلال و استخراج احکام کے کام آتی رہتی ہے۔

کتاب کی ایک خوبی یہ ہے کہ مؤلف نے ہر حدیث کی مشکلات کو مختصر طور سے حل کیا ہے لیکن پھر بھی اکثر ابواب میں گذشتہ باب یا آئندہ مسئلے کا حوالہ دے دیتے ہیں جس کی وجہ سے تلاش کی زحمت اٹھانا پڑتی تھی۔ متاخرین نے اس کے لئے ایک اشاریہ اور کافی محنت سے "معنی اور سیاق" کو جمع کیا۔ پھر ان کے بھتیجے نورالدین ہادی نے سولہ[1] جلدوں میں ایک مبسوط مستدرک بھی لکھا جس کی آٹھ جلدیں کتب خانہ شیخ عباس قمی میں محفوظ ہیں۔[2]

۱۔ الذریعہ ج ۲ ص ۳۹۰۔ ۲۔ حاشیہ فوائد ص ۴۳۲ از علی بن عباس قمی۔

درحقیقت علامہ فیض اپنی تفسیر صافی اور وافی کی وجہ سے اساطین علماء میں شمار کئے جاتے ہیں اور واقعی یہ دونوں کتابیں بہت اہم ہیں

شیخ حر عاملی (۱۰۳۳ھ / ۱۶۲۴ء —— ۱۱۰۴ھ / ۱۶۹۳ء)

اس عہد کی اہم ترین شخصیت حدیث کہ جس کی خدمت فن ناقابلِ فراموش ہے۔ ان کی کتاب وسائل الشیعہ حدیث کا بہت بڑا خزانہ ہے۔

حر عاملی کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ جامع حدیث ہونے کے ساتھ ساتھ علاوہ مسلکاً اخباری بھی ہیں۔ یعنی اصطلاح متاخرین کے لحاظ سے ادلّہ عقلیہ کو ناقابل استعمال سمجھنے اور تجرید اخبار پر عمل کرنے والے بزرگ تھے۔ ظاہر ہے اس لحاظ سے دین و عمل میں کس قدر راسخ ہوں گے۔

اصول فقہ اور اس کی تعلیم سے وہ اس قدر گریزاں تھے کہ عہد شیخ اسلامی میں ایک گواہ کسی مقدمے کی گواہی کے لئے حاضر ہوا۔ تعارف کے طور پر پوچھا کہ یہ کون اور کیا ہے؟۔

لوگوں نے بتایا کہ علامہ بہائی (م ۱۰۳۰ھ) کی زبدۃ الاصول (اصول فقہ کا مشہور متن) پڑھتے ہیں۔ یعنے دین اور دمسائل سے باخبر شخص ہیں۔

شیخ نے اصولِ فقہ کا طالب علم سمجھ کر یہ فیصلہ کر لیا کہ احکام ائمہ و حدیث سے بے خبر ہے۔ اس لئے گواہی ناقابل قبول ہے[۱]۔

خانوادہ | جبل عامل شام کا وہ مردم خیز خطہ ہے جس میں بے شمار فقہا، علماء محدثین و ادباء کے پرانے

---

[۱] ۔ روضات، ص ۶۱۹

سلسلوں نے وہاں ایک علمی روایت اور فاضلانہ ماحول پیدا کر دیا تھا۔ اسی علاقہ کے قریہ مشغر میں حر بن یزید ریاحی شہید و فدا کار رسید الشہداء کی اولاد آباد تھی۔ اس خاندان میں شیخ حسن بن علی مشغری کا گھرانا اپنے عہد کا مشہور ترین گھرانا تھا۔

ادب وفقہ میں تمام علماء ان کو قابلِ رجوع اور مرکزِ ثقل جانتے تھے۔ اُن کی اہلیہ بھی بڑے باپ کی بیٹی اور شیخ عبدالسلام بن محمد حر کی صاحبزادی تھیں۔

ولادت | شب جمعہ ۸ رجب ۱۰۳۳ھ (۳ اپریل ۱۶۲۴ء) میں محمد بن حسن کی ولادت اسی گھر میں ہوئی۔

تعلیم و تربیت | مشغر ہی میں ہوش سنبھالا اور اپنے ہی گھر میں تعلیم و تربیت حاصل کی۔

شیوخ | کسی شخص کے شرف کے لئے یہ بات کیا کم ہے کہ جو چیز لوگوں کو در بدر کی خاک چھاننے پر ملتی ہے وہ یہاں گھر بیٹھے موجود تھی۔ شیخ نے خود نوشتہ حالات میں لکھا ہے۔

"اپنے والد شیخ حسن، اور چچا شیخ محمد حر اور نانا شیخ عبدالسلام سے اور اپنے والد کے ماہولندشیخ علی بن محمود سے ابتدائی اور انتہائی کتابیں پڑھیں"

مشغر کے علاوہ جبع میں چچا اور شیخ زین الدین، شیخ حسین ظہیری سے بھی فیض اُٹھایا اور چالیس سال تک اپنے وطن میں قیام پذیر رہے۔

سفر | شیخ نے خود امل الآمل میں لکھا ہے کہ چالیس سال تک وطن میں قیام رہا اور اسی دوران میں دو دفعہ حج اور دو دفعہ زیارتِ ائمہ کا موقع ملا۔ پھر روضۂ امام رضاؑ کی زیارت کے لئے طوس آئے اور آخر تک وہیں قیام کیا۔

قیام طوس کے زمانے میں بھی دو مرتبہ حج و زیارات سے مشرف ہوئے۔ شیخ عباسؒ نے فوائد رضویہ کے حاشیہ پر شیخ کی ایک کتاب فوائد طوسیہ سے یہ عبارت نقل کی ہے۔

فائدۃ - رأیت فی المنام فی طریق مکۃ المشرفۃ لما حججۃ الحجۃ الثالثۃ وقد کنت ماشیا من وقت الاحرام الی ان فرغت وحج معی جماعۃ مشاۃ نحو سبعین رجلا۔
ان رجلا سألنی عن مشی الحسن علیہ السلام والمحامل تساق بین یدیہ۔ (الجزءاشیہ ص ۲۷۱)

تیسرے حج کے موقع پر جب میں احرام کے بعد پیدل ہو گیا تھا اور میرے ساتھ پیدل حاجیوں کا قافلہ تھا مکے کی راہ میں میں نے خواب دیکھا کہ ایک شخص نے امام حسنؑ کے پیدل حج ؛ وہمراہ خالی سواریوں کے بارے میں پوچھا۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ تیسرا حج کچھ سوار اور کچھ پیادہ ہو کر ادا کیا تھا۔ اس کے علاوہ ایک مرتبہ اصفہان کا سفر بھی کیا تھا۔

شیخ الاسلام | شہرت وامیت شخصیت نے ہر ایک کو متاثر کر دیا تھا۔ حدیث وعلوم آل محمدؐ کی جامعیت ضرب المثل تھی۔ آستانۂ رضویہ پر پہنچ کر اسلامی جج یعنی قضاوۃ کا منصب اور شیخ الاسلام ہونے کا امتیاز حاصل کیا۔ گویا طوس اور خراساں کی ریاست عدالت پا کر دنیاوی جاہ وجلال بھی دست بوس ہوا اور اس طرح وہ علامہ مجلسی کے درجے سے قریب ہو گئے تھے۔

منصب پانے سے پہلے کا یہ عجیب واقعہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ شیخ اصفہان تشریف لے گئے اور شاہ سلیمان صفوی کے دربار میں حاضر ہونا پڑا۔ یہ اپنی سادگی اور دین داری کی بنا پر بلا اجازت و اطلاع خصوصی داخل دربار ہو کر مسند کے کنارے بیٹھ گئے۔ بادشاہ نے لوگوں سے پوچھا کہ: آپ کی تعریف؟ بتلایا گیا کہ علماء عرب کے شیخ جلیل محمد بن حسن حر عاملی۔

بادشاہ نے پوچھا: شیخنا فرق میاں خر وخرچہ قدر است؟
بادشاہ کے تیور بگڑے ہوئے تھے۔ سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ بے تاب اور مشتعل تھا مگر

شیخ نے بڑے اطمینان آمیز لہجے میں کہا۔ یک مسند، یک مسند (وفات ص ۶۱) یعنی طوق زریں ہمہ در گردن خر ۔ ۔ ۔ ۔ کے لحاظ سے ایک مسند کا فرق کہ وہ مسند پر اور حرمسند کے کنارے۔

اخباریین و اہلِ حدیث، دین میں جس حد تک سخت ہوتے ہیں وہ ظاہر ہے۔ چنانچہ جب علم و عمل کی شہرت بڑھی اور دربار سے عہدۂ شیخ الاسلامی و قضاوۃ کی پیش کش ہوئی۔ اس طرح معاملات و قوانین میں احادیث پر غور کرنے کا عملی موقع بھی ہاتھ آیا۔

اخلاق سادہ مزاج، عبادت گذار، حق گو، راست باز جیسے اوصاف کا نمونہ گذشتہ صفحات میں ملاحظہ فرما چکے۔ ظاہر ہے کہ قرآن و حدیث کا اتنا بڑا عالم کس کردار کا مالک ہوگا۔ درحقیقت انہیں بزرگوں سے دین کی لاج اور کردار کا معیار قائم ہے۔ رحمہم اللہ

وفات شیخ کے بھائی احمد بن حسن حر نے تذکرۂ مسلوک میں لکھا ہے کہ ۲۱ رمضان/اپریل ۱۱۰۴ھ/۱۶۹۳ء کو میرے بڑے بھائی آفتابِ فضل و افاضۂ علم و عمل و عبادت نے غروب کیا یعنی شیخ اسلام و اہلِ اسلام بقیۂ فقہاء و محدثین، امام، خطیب، شاعر و ادیب نے بہتر برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔[1]

فی لیلۃ القدر الوسطیٰ وعلیٰ لہا یا من لہ — وفاۃ حیدر الکرار ذی العیر ار قد عناک فقبلی
جنۃ الماوی غدت منزلا طوبیت عنا بسالا — منک فی سعر فاحسنا بقعد صدق عند مقتدر و
العلم معتلیا تاسی ۶ فرحلۃ عام الجعتہ — اسری فعۃ جاریہ علیٰ خدیں

درمیانی شب قدر (شب شہادت امیر المومنینؑ) رحمتِ خداوندی میں جا گزیں ہونے والے پر نفقہ و دنیوی کے زیرِ سایہ مسجد میں منبر کے پہلو کھڑے ہو کے میں نے نماز پڑھائی اور مدرسۂ میرزا جعفر کے قریب صحنِ امام کے حجرے میں سپردِ خاک کئے گئے۔[2]

---

[1] کچھ مہینے کم تین سال۔ [2] فوائد ص ۴۰۶

اولاد اُن کے صاحبزادے محمد رضا نے شب شنبہ ۱۲ شعبان سنہ ۱۱۱۱ھ میں وفات پائی۔

عیون الرجال میں علامہ صدر نے اپنے جد بزرگوار سید محمدؒ کو شیخ کا داماد لکھا ہے اس سے ایک صاحبزادی کا بھی وجود معلوم ہوتا ہے۔[1]

تصانیف شیخ کی علمی برتری اور مصروفیت کا حال اُن کے قلمی آثار سے ہوتا ہے جن میں اکثر کا موضوع حدیث ہی ہے اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ تالیف و تصنیف میں پہلی کتاب :-

۱۔ الجواہر السنیہ :- احادیث قدسیہ کی جمع و ترتیب ہے۔

۲۔ الصحیفۃ الثانیۃ السجادیۃ :- سنہ ۱۰۵۳ھ میں امام زین العابدینؑ کی ایسی چیدہ دعاؤں کو جمع کیا جو صحیفۂ کاملہ میں نہیں۔ اس کا اصل نسخہ میر حامد حسین صاحب کے کتب خانے، حیدرآباد دکن میں موجود تھا۔[2]

یہ کتاب سنہ ۱۳۱۱ھ میں بمبئی، پھر ایران، تبریز اور $\frac{۱۳۲۲ھ}{۱۹۰۲ء}$ میں تشریحی حاشیے اور تصحیح کے بعد مصر سے شائع ہوئی جس کے صفحہ ۲ - ۳ پر شیخ رہ کی یہ عبارت ہے۔

قد کنت قدمت لہا مقدمۃ تشتمل علی نیف و ثمانین فصلاً من الفصول، ذکرت فیہا لبعض ما ورد فی الدعاء عن آل الرسول علیہم السلام ما یدل علی تاکد استحبابہ، و بیان فضلہ و ثوابہ و تفصیل احکامہ و آدابہ جمعت احادیثہا من اماکن متعددۃ ... ثم حذفتہا من ہذہ النسخۃ لالتماس لبعض الاصحاب۔	میں نے پہلے اس کتاب پر اسی فصلوں سے زیادہ کا ایک مقدمہ لکھا تھا جس میں آل محمدؐ کی ان روایات کو مختلف مقامات سے جمع کیا تھا جس سے تاکید و آداب و احکام دعا پر روشنی پڑتی تھی۔ پھر بعض دوستوں کے کہنے سے اس مقدمے کو اس نسخے سے کم کر دیا۔

---

[1] - عیون ص ۱۳۹ ۔ [2] - فہرست کتب قلمی ص ۳۱

۳۔ بدایۃ الھدایۃ ۔ ۱۱۰۱ھ میں لکھی جس کا مقصد تھا کہ ھدایۃ الامۃ کا خلاصہ ہو جائے۔ چونکہ یہ کتاب واجبات و محرمات کے نصّی اور اخباری مسائل کا مجموعہ ہے اس لئے بہت مقبول ہوا۔ یہاں تک کہ بعض مدارس (مثلاً سلطان المدارس لکھنؤ) کے نصاب میں بھی داخلِ نصاب ہے۔ اس میں واجبات تقریباً ۱،۵۲۵ اور محرمات ۱۴۴۸ ۔ یعنے مجموعی مسائل بیس ہزار نو سو تراسی (۲۰۹۸۳) کے لگ بھگ ہیں۔ کتاب کے متعدد ایڈیشن ہند و ایران میں شائع ہوئے۔ حاشیے لکھے گئے۔ خود شیخ رہ کے زمانے میں اُن کے شاگرد ملا مراد کشمیری نے ۱۰۹۰ھ میں فارسی ترجمہ لکھا۔ جس کا ایک ایڈیشن لکھنؤ سے بھی نکل چکا ہے۔ مسنونات و مکروہات کا ضمیمہ شیخ عباس قمی نے ہر فصل میں بڑھایا۔

۴۔ ھدایۃ الامۃ الی احکام الائمۃ ۔ وسائل کے مکررات کو حذف کر کے ایک مبسوط خلاصہ۔

۵۔ تفصیل وسائل الشیعۃ الی تحصیل احکام الشریعۃ

فقہا و اخباریین کے لئے ایک بہترین ذخیرہ ہے۔ جس میں تمام ابواب فقہ پر کتب اربعہ سے اور بعض دوسرے مآخذ سے بے شمار احادیث کو جمع کر کے احکامِ جعفریہ کا ایک سرچشمہ بنا دیا۔ کتاب چھ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور گویا "جمیع بین الکتب الاربعہ" کا بدلِ صحیح۔

علماء نے اس کی پوری پوری قدر کی اور شیخ نے بھی اس کام میں پوری تندہی سے کام لیا۔ اصل کتاب و ترتیب میں اغلاط و سہو قلم سے قطع نظر کرتے ہوئے (جو غیر معصوم کے لئے قابل بحث نہیں) ہر درجے کے آدمی کو اس محنت سے مستفید ہونے کا موقع دیا۔ یعنے وسائل لکھ کر طبقۂ علماء اور اس کا خلاصہ ھدایۃ الامۃ لکھ کر متوسطین اور اس کا خلاصہ بدایہ لکھ کر عوام و طلباء کو مطمئن کر دیا۔ اس طرح پوری حدیث فنی طور پر فقط موضوع اور مسئلے پر احکام کی دلیل اور فقط حکم کے درجے دیکھے جا سکتے ہیں۔

وسائل کی علمی اور فنی شرح علامہ سید حسن صدر (م ۱۳۵۴ھ) نے شروع کی تھی مگر کچھ جلدیں لکھ

انتقال فرما گئے۔

علامہ نوری نے اصل کتاب کے برابر اس کا مستدرک لکھا جس میں بڑے نادر ماخذ اور بڑے اونچے معیار کو پیش نظر رکھ کر تین جلدوں میں حق فن ادا کر دیا۔ جس کا خاتمہ تو حدیث و محدثین و کتب حدیث کے لئے ناقابل فراموش چیز ہے۔

۶۔ من لا یحضرہ الامام:۔ وسائل کی فہرست ہے۔

۷۔ تحریر وسائل الشیعہ و تحبیر مسائل الشریعۃ:۔

وسائل کی شرح شروع کی تھی جس کے بارے میں امل الآمل کے خود نوشتہ نسخے کے حاشیہ پر لکھا ہے۔ (متن میں ارادۂ شرح نگاری کا ذکر ہے)

قد شرعت فیہ بعد تالیف ھذا الکتاب و الفت منہ مقدمۃ لہ و شرح مقدمۃ العبادات من کتاب الطہارۃ الی بحث الماء المضاف

اس کتاب کے بعد میں نے (شرح وسائل) شروع کی، اور اس کا مقدمہ و مقدمہ عبادات میں طہارت کو بحث ماء مضاف تک لکھ لیا ہے۔

(فوائد ج ۲ ص ۴۴۴)

۸۔ الرد علی الصوفیۃ:۔ تقریباً ایک ہزار آیات و روایات کی روشنی میں صوفیت و تصوف پر بحث۔

۹۔ خلق الکافر

۱۰۔ تواتر قرآن

۱۱۔ کشف التعمیہ فی حکم التسمیۃ فی المجلسی

۱۲۔ الایقاظ الہجعۃ بالبرھان علی الرجعۃ: عقیدہ رجعت و اثبات مہدی ۴ پر چھ سو آیات اور چھ روایات۔

۱۳۔ الفصول المہمہ فی اصول الائمہ:۔ اصول و فروع فقہ، طب و نوادر کلیات وغیرہ

کا مجموعہ ۔ ۱۴۔ اثبات الھداۃ بالنصوص والمعجزات :۔ دو جلدوں میں بیس ہزار احادیث عامہ وخاصہ کا ذخیرہ ۔

۱۵ ۔ رسالۃ الجمعہ :۔ شہید ثانیؒ کے رسالہ جمعہ پر رد کا جواب

۱۶ ۔ نزھۃ الاسماع فی حکم الاجماع :۔ دلیل اصول فقہ اجماع پر بحث

۱۷ ۔ تنزیہ المعصوم عن السھو والنسیان

۱۸ ۔ کتاب العربیۃ العلویۃ واللغۃ المرضیہ

۱۹ ۔ الفوائد الطوسیہ :۔ متفرق مسائل، وخطوط وواقعات کا مجموعہ ۔ اس کا اصل نسخہ شیخ عباس قمیؒ (م ۱۳۵۹ھ) کے کتب خانے میں موجود ہے ۔

۲۰ ۔ وصیت نامہ بنام فرزند ۲۱ ۔ اجازات

۲۲ ۔ دیوان ۔ تقریباً بیس ہزار اشعار کا مجموعہ جس میں فقہ و مدح ائمہ ۔ وعظ و حدیث پر منظومات عربی مندرج ہیں ۔

۲۳ ۔ کتاب الرجال ۲۴ ۔ احوال صحابہ

۲۵ ۔ امل الآمل فی علماء جبل عامل } مع کا قلمی مسودہ کتب خانہ امام رضاؑ میں

۲۶ ۔ تذکرۃ المتبحرین فی علماء المتأخرین } محفوظ ہے کتاب امل الآمل شائع بھی ہو چکی ۔

دوسرے حصے میں شیخ طوسیؒ کے بعد مشاہیر علماء کا حال لکھا ہے ۔

۲۷ ۔ رسالہ فی احوال ۲۸ ۔ تاریخ ائمہ

۲۹ ۔ رسالۃ الزکوۃ

۳۰ ۔ رسالہ ھندسہ

علامہ مجلسیؒ ——— جامع کتاب بحارالانوار

(مولود ۱۰۳۷ – متوفی ۱۱۱۰ھ)

متاخرین میں علامہ مجلسی کا وہ درجہ ہے جو سابقین میں ثقۃ الاسلامؒ کے لیے مسلم ہے۔ کلینیؒ نے اصول کو جمع کیا۔ مجلسی نے اصول و جوامع کو مرتب کر کے حدیث کی انسائیکلوپیڈیا تیار کر دی اور اس وسیع پیمانے پر کہ اسلام میں ان سے پہلے اور ان کے بعد کوئی ہمت نہ کر سکا۔

خاندانِ مجلسی علامہ مجلسی کا خاندان جبلِ عامل شام سے ہجرت کر کے ایران آیا تھا اور یہاں اپنی علمی برتری کی وجہ سے اعزاز حاصل کیا۔ مقصود علی مجلسی بظاہر تاجر تھے اور اپنے بعد آمدنی کا ذریعہ چھوڑ گئے تھے۔ جیسا کہ آگے بیان سے واضح ہوگا۔

علامہ مجلسی کی دادی کا کردار گھر کے مردوں کے ساتھ عورتیں بھی اخلاق و علم، بصیرت و کردار سازی میں بے مثال تھیں۔ جب ملا مقصود علی نے انتقال فرمایا تو وہ اپنے یتیم بچوں کو علامہ عبداللہ شوستریؒ کی خدمت میں لے حاضر ہوئیں کہ مقصود علی کی یادگاریں محمد تقی اور محمد صادق اسلامیات کے ماہر بن جائیں۔

ایک مرتبہ عید کے دن ملا عبداللہ نے بچوں کو عیدی دیتے ہوئے فرمایا کہ اسے اپنے ضروریات میں صرف کرو۔ اس کے جواب میں انہوں نے عرض کیا کہ ہم آپ کی عطا کردہ رقم کے بارے میں والدہ سے دریافت کریں گے اور وہ جو حکم دیں گی اس کے مطابق عمل کریں گے۔

لہ۔ اپنے زمانے کے جلیل القدر عالم و با اقتدار شخص تھے۔ ۱۹ محرم ۱۰۲۱ھ بروز جمعہ حیدر نے شبِ یکشنبہ اعلان شب و نمازِ تہجد پڑھ کر باہر نکلے کہ وقت نمازِ صبح ہوا یا نہیں، واپس آئے اور روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ وہ دن اصفہان میں روزِ عاشورہ کی طرح منایا گیا۔ فوائد ص ۲۳۵۔

بچوں نے ماں کی خدمت میں واقعہ عرض کیا۔ انہوں نے فرمایا:

تمہارے والد نے ایک دوکان چھوڑی ہے۔ جس کی آمدنی چودہ غازبیگی ہے۔ میں نے بجٹ اس طرح بنایا ہے کہ الحمدللہ ضروریات پورے ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ رقم قبول کر لی تو عادت بگڑ جائے گی اور جب یہ پیسے نہ ملیں گے تو موجودہ حالت زیادہ سخت معلوم ہوگی۔ پھر اس تکلیف کو دور کرنے کے لئے مجھے بار بار ملا عبداللہ کی خدمت میں جانا اور ان سے کچھ نہ کچھ مانگنا پڑے گا اور اسے میری غیرت قبول نہیں کرتی۔

سعادت مند بیٹے نے یہ جواب استاد کی خدمت میں عرض کیا جسے سن کر ملا عبداللہؒ خوش ہو گئے اور انہوں نے دونوں صاحبزادوں کو دعائے خیر دی۔

ملا محمد تقی اس تربیت اور دعاؤں کا اثر۔ نیز ان کی خداداد صلاحیت واستعداد کا نتیجہ یہ ہوا کہ چار سال کی عمر میں ضروریات اصول وفروع سے باخبر اور جماعت ونماز شب کے پابند ہو گئے اور آخر میں حدیث وفقہ کے بہت بڑے ماہر اور اسلامیات کے عظیم الشان مبصر قرار پائے۔ ان کی تصانیف آج تک قدر کی نگاہ اور عظمت کے ہاتھوں میں وزن رکھتی ہیں۔

علامہ محمد تقی بن ملا مقصود علی مجلسی ۱۰۰۳ھ / ۱۵۹۴ء میں پیدا ہوئے اور ۱۰۷۰ھ / ۱۶۵۹ء میں فوت ہوئے۔ ان کے کرامات وحالات وتصانیف کے لئے کتب رجال[1] کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ اس موقع پر اس سے زیادہ اور کیا لکھا جائے کہ وہ صاحب موضوع علامہ محمد باقر جیسے بیٹے کے والد اور مربی تھے۔

---

[1] نجوم السماء، قصص العلماء، لؤلؤۃ البحرین، روضات الجنات، نیز حالات مجلسی کے ذیل میں «الفیض القدسی فی احوال المجلسی» از علامہ نوری جو اگرچہ شائع ہو چکا ہے مگر بدقسمتی سے مجھے اب تک نہ مل سکی۔ تذکرہ ملا مجلسی از شیخ محمد باقر طبع لاہور ۱۳۲۹ھ رسالہ لقب۔ از ملا حیدر علی مجلسی (مرتضیٰ)

علامہ مجلسی کی ولادت و پرورش محمد تقی بن مقصود علی مجلسی کی اولاد اناث کے علاوہ دو صاحبزادوں کے بعد ۱۰۳۷ھ / ۱۶۲۷ء میں ایک فرزند کی ولادت ہوئی۔ یہی مولود مسعود آگے بڑھ کر ملا محمد باقر مجلسی، آخوند یا علامہ مجلسی کہلایا۔[1]

مفاتیح الاصول کے مصنف علامہ سید محمد بن سید علی طباطبائی کا بیان ہے کہ خراسان کے ایک معتبر و پرہیزگار بزرگ جو ملا محمد تقی کے دوست تھے، عتبات عالیات کی زیارت سے وطن واپس آ رہے تھے کہ راستے میں یہ خواب دیکھا:۔

ایک خوبصورت، سجے سجائے محل میں ایک محفل آراستہ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ مع ائمہ اہلبیت کے جلوہ افروز ہیں۔ یہ بھی ایک گوشے میں بیٹھ گئے۔ اتنے میں ملا محمد تقی ایک گلاب پاش لئے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ حضرت نے اپنے لباس کو معطر فرما کر گلاب پاش امیر المومنین کو عطا فرماتے ہوئے حکم دیا کہ اپنا لباس معطر کر کے باری باری میرے سب فرزندوں کو عطر لگانے دو۔ جب تمام حضرات معصومین عطر لگا چکے تو آنحضرت نے انہیں طلب فرمایا اور لباس معطر کرنے کا حکم دیا۔ یہ گلاب لگا رہے تھے کہ جناب محمد تقی زنان خانے سے ایک نومولود لڑکا لئے حاضر ہوئے اور عرض کی:۔

آقائے دوجہان اس کے حق میں عالم دین ہونے کی دعا فرمائیں۔

آنحضرت نے ہاتھوں پر لے کر دعا فرمائی۔ پھر وہ بچہ ترتیب سے تمام ائمہ کی آغوش میں آتا رہا اور سب دعا فرماتے گئے۔ آخر میں حضرت امام عصر نے وہ بچہ مجھے عطا فرمایا اور حکم دیا کہ تم

---

[1] مجلسی ان کے دادا کا تخلص، یا اصفہان کے کسی قصبہ کا نام بتایا گیا ہے۔ یہ بھی خیال ہے کہ چونکہ شرف حضور امام حاصل تھا اس لئے یہ لوگ مجلسی کہلائے۔ م

بھی دعا کرو ـــــــــ یہ شرف اور کلام مبارک سُن کر میں خوشی کے مارے بیدار ہوا۔

اصفہان آکر ملا محمد تقی کے شریعت کدے پر پہنچے۔ انہوں نے ملاقات کے موقع پر اسی طرح گلاب پاش لاکر پیش کیا۔ پھر حرم سرا گئے اور اسی طرح پیچھے کر آئے تو انہوں نے دعا دے کر خواب بیان کیا۔

رضاعت و نشو و نما علمائے رجال نے مجلسی کی رضاعت کے بارے میں ایک اہم بات یہ لکھی ہے کہ اُن کے والد نے اپنی اہلیہ کو حکم دیا تھا کہ حالت جنابت میں بچہ کو دودھ نہ پلائیں اور طہارت ظاہر و باطن کے ساتھ غذا ملے۔ خود اپنا یہ عالم کہ ہر وقت اپنے بچے کے لئے دعائے خیر کرنا اور درگاہ باری سے یہ مانگنا کہ اسے عالم دین قرار دے۔ خود اُن کا بیان ہے کہ:

ایک مرتبہ نماز شب کے بعد عالم وجد و حضور طاری ہوا۔ اور یہ خیال ہوا کہ اگر اس وقت کوئی دعا کروں تو انشاء اللہ ضرور قبول ہوگی۔ ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ کیا دعا مانگوں کہ محمد باقر گہوارے میں رو دئے۔ بچے کی آواز سنتے ہی دعا کی کہ خدایا اسے دین کا مبلغ و احکام و سنن پیغمبر کا ناشر بنا دے"!

ماحول بچے نے پالنے سے پاؤں نکالے اور بزرگوں نے بڑھ کے قدم لئے۔ دو بڑے بھائی ملا عزیز اللہ (م ۱۰۷۴ھ) اور ملا عبداللہ، معزز باپ کی نگرانی میں علوم دین حاصل کر رہے تھے۔ ماں باپ کا تقدس و علم معلوم ہی ہے۔ اور تو اور بہنیں بھی عالمہ اور عاملہ تھیں۔

مجلسی کی عالمہ بہن ملا صالح بن احمد سروی مازندرانی کی اہلیہ جو آمنہ بیگم دختر ملا محمد تقی کی صاحبزادی اور علامہ کی بہن تھیں۔ اتنی بڑی فاضلہ کہ پہلی رات کو جب اُن کے شوہر نماز شکر ادا کر کے مصروف مطالعہ ہوئے تو اثنائے مطالعہ میں کسی مسئلہ میں الجھ گئے اور بہت پریشان ہوئے۔ جب صبح

---

۱ تذکرہ مجلسی ص ۴۱ ۔ ۲ متوفی ۱۱۱۹ھ ۔ فوائد الرضویہ ص ۵۳۵

ہوئی تو درس وغیرہ کے لئے گھر سے باہر گئے اس جلیل القدر معظّمہ نے انداز نے سے اس مسئلہ کو معلوم کر کے اس کا حل لکھا اور رکھ دیا۔ جب ملا صالح تشریف لائے تو اس کو پڑھا اور سمجھ گئے کہ یہ ان کی اہلیہ نے لکھا ہے۔ فوراً سجدے میں جھک گئے، تین دن تک زفاف نہ ہوا۔

اُن کے خسر نے فرمایا کہ اگر تمہیں اپنی زوجہ پسند نہیں تو مجھے اجازت دو کہ میں اپنی کسی اور لڑکی سے عقد کر دوں ؟ انہوں نے عرض کی

"میں اپنی خوش قسمتی پر ناز اور اس نعمت کا شکر ادا کرنے سے فراغت نہیں پاتا"[1]

گھر کا یہ حال کہ باپ اتنا بڑا محدث وفقیہ ومفسر۔ بھائی اور بہنیں اس درجۂ علم پر فائز۔ ظاہر ہے کہ مجلسی نے ابجد میں وہ سیکھ لیا ہوگا جو لوگ بڑے ہو کر سیکھتے ہیں۔

تعلیم | چنانچہ کمسنی ہی میں حفظ قرآن اور ابتدائی نصاب سے فراغت حاصل کی اور گیارہ برس کے سن میں یہ مدارج طے کر کے، طب ومنطق وفلسفہ وریاضی وادب ولغت وفقہ وحدیث وتفسیر میں مہارت پیدا کی۔

اساتذہ | شیوخ واساتذہ کی پوری فہرست تو بہت طولانی ہے۔ چند مشاہیر کے ناموں پر اکتفا کی جاتی ہے۔

(ا) علامہ محمد تقی بن ملا مقصود علی، مجلسی اول، والد علامہ صاحب موضوع۔ ان کا اجازہ دیدنی ہے ملاحظہ ہو قصص العلماء

(ب) حسن علی بن عبداللہ شوستری م ۱۰۷۵ھ۔ ان کے والد مجلسی اول کے استاد تھے[2]

---

[1] فوائد ص ۵۴۳۔ ۲۔
[2] تذکرہ مجلسی، فوائد رضویہ ص ۱۱۰۔

(ج) میرزا رفیع الدین محمد بن سید حیدر حسینی طباطبائی نائینی م ۷ شوال ۱۰۸۲ھ[1]

(د) میر محمد مومن بن دوست محمد حسینی عقیلی استرآبادی جو ایران کے جلیل القدر خاندان کے ممتاز ترین علماء میں سے تھے اور تبلیغ کے شوق میں ہندوستان آکر شاہان گولکنڈہ و دکن کو شیعہ کر کے بنیاد شیعیت رکھی۔ محمد قلی قطب شاہ کے عہد میں بڑا اقتدار پایا[2]۔ کچھ عرصے کے بعد دکن سے مکے ہجرت فرمائی اور وہاں علما کے قتل عام کی تحریک میں ۱۰۸۸ھ میں شہید ہوئے[3]۔

(ہ) سب سے آخر میں جن سے اجازہ لیا اور خود بھی انہیں اجازہ دیا وہ علامہ محسن فیض صاحب وافی (م ۱۰۹۱ھ) ہیں جن کا تذکرہ گذر چکا۔

ان اکابر شیوخ کے حالات حواشی میں نام بردہ کتابوں کے علاوہ رجال کی ہر کتاب میں مل سکتے ہیں۔ ہم نے طول کے خیال سے صرف یہ کہنے پر اکتفا کی کہ غالباً اس عہد میں ان حضرات کے بڑے علماء بہت کم تھے۔

کتب خانہ معاصرین و بزرگان خاندان، اعزہ و احباب، روساء و عوام سب کے سب علم دوست معارف پرور تھے۔ گھر میں بزرگوں کا ذخیرہ تھا۔ خود شوق مطالعہ و تصنیف و تالیف اس لئے اس میں کافی اضافہ ہوا۔ ہزاروں کتابوں سینکڑوں نوادر اور ان نوادر میں دو سو اصول[4] کا جمع ہونا مجلسی کے مکتبہ کی عظمت ظاہر کرتا ہے۔

اس عظیم الشان کتب خانے کے لائبریرین اور مہتمم جناب ملا محمد رضا (صاحب تصانیف کثیرہ)

---

[1] ہدیۃ الاحباب ص ۱۴۲۔ [2] جہانگیر نامہ طبع اول لکھنؤ ص ۱۰۰ پر میر جملہ کے تذکرے اور ۱۰۲۳ھ کی ابتداء میں لکھا ہے: "میر محمد مومن مشہور کہ سالہا مدار دولت قطب الملک بود" مرتضیٰ بیگ۔ [3] نجوم السماء ص ۸۲۔ فوائد رضویہ ۵۹۹

بتائے جاتے ہیں۔ لیکن شیخ عباس قمیؒ کی تفصیل و توضیح کے مطابق خود علامہ کے جلیل القدر شاگرد عبداللہ آفندی مہتمم تھے۔ ممکن ہے کہ یہ دونوں بزرگوار بترتیب مہتمم رہے ہوں۔

اس کتب خانے سے علماء و طلباء برابر فائدہ اٹھاتے تھے۔ علامہ مجلسیؒ کتابوں کے عاریۃً دینے میں بخیل نہ تھے۔ ہاں کتاب دیتے وقت یہ وعدہ لے لیتے تھے کہ "اس پر روٹی رکھ کر نہ کھائیے گا، دھوپ میں نہ رکھ دیجیے گا" کہ یہ طلباء کی عام عادت ہے۔ اور پہلی صورت میں کتاب اور دوسری میں جلد بیکار ہو جاتی ہے۔

مصروفیات تعلیم سے فراغت کے بعد مطالعہ، تصنیف و تالیف جیسے اہم کاموں کے علاوہ درس و فتوے، مقدمات کے فیصلے، جمعہ و جماعت اور سفر حج و زیارات وغیرہ، معاشرتی ضروریات مثلاً بیمار پرسی، ملاقاتیں، مہمانی و میزبانی وغیرہ۔

درس درس کا یہ عالم کہ مجلس طلباء و علماء سے بھری رہتی تھی۔ کبھی بحث اور افہام و تفہیم سے دل تنگ نہ ہوتے تھے۔ اثنائے درس میں فلسفہ وغیرہ کے ساتھ ساتھ سنجیدہ مزاح بھی فرماتے جاتے جس کی ایک سرسری نوعیت جناب علامہ نعمت اللہ جزائری کے بیان اور قصص العلماء کے واقعات سے معلوم ہو سکتی ہے۔ اس درس میں حاضر ہوتے اور نام پانے والے طلباء و علماء کی فہرست بڑی طولانی ہے۔ ہم صرف چار پانچ اکابر کے نام لکھے دیتے ہیں۔

(۱) علامہ سید نعمت اللہ جزائری (مولود ۱۰۵۰ھ متوفی ۱۱۱۲ھ) یہ اگرچہ شیوخ مجلسیؒ سے بھی فیض اٹھا چکے تھے۔ لیکن یہاں آنے پر فخر کرتے اور ان کی شاگردی پر نازاں تھے۔ میرا خیال ہے کہ اگر صرف یہی

لہ۔ تذکرۂ مجلسی، ان کی خوش خلقی، زود نویسی اور قابلیت و لطافت ذہن کا ایک نمونہ جنات الخلود ہے جو تاریخ کی کتابیں جدولوں پر مشتمل ہے اور ہندوایران میں چھپ چکی ہے۔ (مرتضیٰ)

ایک شاگرد ہوتے تو مجلسیؒ کے فخر کے لیے کافی تھا۔[1]

(ب) میرزا عبداللہ آفندی (م ۱۱۳۰ھ) جن کی تصانیف ان کی جلالت پر گواہ ہیں اور اس سے زیادہ وہ خط جس میں اپنے استاد کو بحار الانوار کے بعض نکات و مآخذ کی طرف توجہ دلائی ہے۔[2]

(ج) ملا عبداللہ اردبیلی (د) ملا محمد فاضل (ہ) ملا محمد بن حسن اصفہانی (و) ملا محمد حسین بن یحییٰ نوری۔

عہدہ شیخ الاسلامی مجلسی کی شخصیت کا امتیاز، معاصرین و سابقین و متاخرین میں صرف علم ہی کی بدولت نہیں بلکہ سید عبداللہ شوستری اور علامہ اردبیلی کی طرح ایران کے صاحب اختیار حاکم بھی تھے آقائے بہار نے سبک شناسی ج ۳ ص ۳۰۲ پر لکھا ہے:۔

"ملا محمد باقر مجلسی، محدث و پختہ عقیدہ شیعہ، اور محقق ثانی کے بعد سب سے زیادہ با اثر و با اختیار تھے۔ شاہ سلیمان کا آخری زمانہ اور سلطان حسین صفوی کا بڑا عہد دیکھا۔

۱۰۹۸ھ میں شیخ الاسلامی، امامت جمعہ کے ساتھ ساتھ ملک کے عمومی اختیارات اور سیاسی تسلط کے مالک ہوئے۔ جب تک وہ رہے ایران کی مملکت بادشاہ کی بے دانشی کے باوجود محفوظ رہی مجلسی کے انتقال کرتے ہی صوبہ قندھار بھی گیا۔ اور بادشاہ بھی قتل کیا گیا۔ اصفہان تباہ اور ایران برباد ہوگیا

اخلاق و اوصاف صاحب درس و مسند، مصروف تصنیف و تالیف ہونے کے بعد بھی خاص و عام سے ہمدردی، مزاج پرسی و عیادت، فراخ حوصلگی و میزبانی، تحمل و مزاح جیسے صفات نے اُن کی شخصیت

---

[1] ۔ ملاحظہ ہو قصص العلماء، روضات الجنات، اور تمام کتب رجال، ان کی جلالت و عظمت پوشیدہ بات نہیں۔ (مرتضیٰ)

[2] ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو۔ روضات، فوائد، تنقیح وغیرہ۔

میں چار چاند لگا دیے تھے۔

علامہ نعمت اللہ جزائری کہتے ہیں کہ ہم صبح سے شام تک اُن کے پاس اُٹھتے بیٹھتے اور گھنٹوں ہنستے بولتے تھے مگر جب بھی محفل میں قدم رکھتے قرآن کی ہیبت چھا جاتی تھی۔ بیباکی کا یہ عالم کہ شاہ سلیمان نے اپنی لڑکی عقد میں دینا چاہی لیکن بغیر کسی خوف کے انکار کر دیا۔

جسارت و جرأت کا یہ حال کہ:

اصفہان میں ہندوؤں کے بُت خانے سے بُت نکلوانے کا حکم دیا۔ ہندوؤں نے بادشاہ کو کافی روپیہ دیا کہ وہ شیخ الاسلام سے سفارش کرکے حکم واپس کرا دیں۔ بادشاہ نے کوشش کی لیکن اُنہوں نے پوری جسارت کے ساتھ بادشاہ کی دل آزاری کا خیال کئے بغیر امرِ حق کا ساتھ دیا۔ اُن کے عمومی حالات کے سلسلے میں شیخ عباس قمی نے لکھا ہے کہ:

"کوئی نمازِ میت و جماعت تک فوت نہ ہوتی۔ عبادت و وظائف میں کثرت رہتی اور نمازِ عشاء کے بعد امیدواران میزبانی کی فہرست پیش کی جاتی۔ حسب ترتیب جس کے یہاں دعوت ہوتی وہاں تشریف لے جاتے تھے۔ یعنی شام کا کھانا نمازِ عشا کے بعد تناول فرماتے تھے۔

کم و بیش ہزار طالب علم تھے۔ ان کی خبر گیری، امداد و اعانت فرماتے۔

حج بھی کیا زیارات سے بھی مشرف ہوئے اور کئی مرتبہ یہ شرف حاصل کیا۔ غلط وسائل اور ناجائز ذرائع آمدنی سے بچنے کے لئے معاشی معاملات اور دنیاوی کاروبار میں بڑی باقاعدگی اور

لہ۔ قاموس المشاہیر نظامی بدایونی جس میں بہت سے اغلاط کے ساتھ یہ بھی ہے کہ حقیقت الیقین چودہ جلدوں کی نہایت مشہور کتاب ہے اور مجلسی نے لکھی۔

سہ فوائد الرضویہ ۴۱۲ ۔

الغضب طاری ہوتے تھے۔

شب و روز کی محنت کے باوجود خنداں اور کشادہ پیشانی رہتے اور امارت و حکومت کے ہوتے ہوئے بھی انکسار و خوفِ الٰہی کا یہ عالم کہ۔

ایک مرتبہ وعظ فرما رہے تھے کہ کسی نے عرض کی کہ کربلا کے فلاں عالم فرماتے ہیں کہ شراب نجس نہیں۔ آپ نے فرمایا "انہوں نے غلط کہا۔ شراب نجس ہے"۔ تقریر ختم کرنے کے بعد کربلا جانے کی تیاری کی اور وہاں سب سے پہلے ان بزرگوار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ "میں نے آپ کی غیبت کی۔ مگر خیال یہ تھا کہ لوگ شراب کے معاملے میں غفلت برتتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ اس خبر سے انہیں جرأت پیدا ہو جائے۔ اس بنا پر معافی کے لئے حاضر ہوا ہوں۔"

ان سے قصور معاف کرانے کے بعد زیارت امام حسینؑ کے لئے روضہ پر حاضر ہوئے۔

وفات تہتر سال کی عمر، دماغی اور جسمانی محنت اور لگاتار ریاضت نے کمزور کر دیا تھا۔ آخر میں بیمار پڑے اور بقول علامہ نعمت اللہ جزائری ہر وقت خیالِ موت اور ذکرِ نزع، ہول فشار قبر و نکیر، منازلِ آخرت و قربِ الٰہی میں مصروف رہتے تھے۔ وہ مومن و پرہیزگار جو عیادت کو حاضر ہوتے ان سے اپنے تیار شدہ کفن پر خاکِ شفا سے یہ عبارت لکھواتے تھے۔

"لاریب فی ایمانہ، کتب شاھد فلان ابن فلان

ان کے ایمان میں کوئی شک نہیں فلاں ابن فلاں گواہ شد۔

اسی زمانے میں ان کے دو مخالفوں نے ایک ہی خواب دیکھا کہ۔

۔جس نے بچپنے میں بیان کردہ طہارت کے ساتھ غذا پائی ہو خود اس کے ذرائع معاش کیسے منزہ مباح نہ ہوں گے۔ مرتضےٰ

علامہ مجلسیؒ کا مکان ہے اور علامہ آرام فرما رہے ہیں۔ اتنے میں پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور دائیں بازو کو اور امیر المومنینؑ نے بائیں بازو کو پکڑ کر فرمایا:

"اٹھو، ہم چلتے ہیں" ــــــ اور مجلسی ان کے ساتھ ہو لیے۔

جب ایک دوسرے نے یہ خواب بیان کیا تو اُس نے کہا تعجب نہیں کہ مجلسی نے انتقال کیا ہوگا[1]۔ اب جو اصفہان آئے تو معلوم ہوا کہ شب ۲۷ رمضان ۱۱۱۰ھ (فروری ۱۶۹۹ء)[2] کو انتقال فرمایا۔ یہ دن اصفہان میں بڑا قیامت خیز دن تھا۔ ہر طرف غم عالم طاری، سارے شہر میں کہرام برپا تھا۔ تاریخہائے وفات میں یہ تاریخ یاد رکھنے کی ہے:۔

ماہ رمضان، چوں بیست و ہفتش کم شد — تاریخ وفات باقر اعلم شد
۲۷ ۱۱۱۰

ہزاروں آدمیوں نے نماز جنازہ پڑھی اور اصفہان کی پرانی جامع مسجد کے باب قبلہ یعنی مسجد

مقبرہ کے شمال مغرب کی طرف اپنے والد مجلسی اول علامہ محمد تقی کے پہلو میں دفن کیے گئے قبر پر عظیم الشان مقبرہ تعمیر کیا گیا جس میں بعد کو خاندان کے بہت سے حضرات دفن ہوئے۔

اردگرد کے لوگ ہر شب جمعہ دعا کرنے اور فاتحہ پڑھنے حاضر ہوتے ہیں۔ قبر کی بہت سی کرامتیں لوگوں کے مشاہدے میں آئی ہیں اور کئی اکابر علماء نے بعض تجربے بھی کیے۔ اسی طرح ایک مدت سے مزار مجلسی محلِ قبولیتِ دعا ہے۔

اولاد شیخ محمد باقر صاحب "تذکرہ ملا مجلسی" نے ملا حیدر علی مجلسی کے رسالۂ انساب سے نقل کیا ہے کہ:۔

---

[1] قصص العلماء ص ۲۰۷۔ [2] بعض حضرات کی رائے ہے کہ ۱۱۱۱ھ میں انتقال کیا۔ ان میں حضرت آغا بزرگ طہرانی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ مرتضیٰ

علامہ مجلسی کثیر الاولاد تھے؎ لیکن مجھے صرف چار صاحبزادوں اور تین صاحبزادیوں کے حالات واسماء مل سکے جن کا مختصر سا تعارف یہ ہے کہ:۔

جناب میرزا ابوتراب (حسینی جلیل القدر سید) کی صاحبزادی کے بطن سے، سب سے بڑے صاحبزادے:۔

(۱) مولانا میرزا محمد صادق

دو صاحبزادیاں جن میں سے ایک (ب) جناب میر محمد صالح خاتون آبادی (م ۱۱۱۶ھ) کی اہلیہ تھیں۔ ملا محمد صالح مشہور ومعروف عالم ومصنف ہونے کے علاوہ اپنے خسر کے بعد شیخ الاسلام بھی بنائے گئے تھے ـــــ دوسری صاحبزادی (ج) ملا محمد کاظم بن ملا عزیز اللہ (برادر مجلسیؒ) کی زوجہ تھیں۔ جناب میرزا ابوطالب خان نہاوندی کی خواہر محترمہ کے بطن سے ایک چھوٹے صاحبزادے۔

(د) میرزا محمد رضا فاضل آقائی۔ ایک کنیز کے بطن سے:۔

(ہ) ملا محمد جعفر (و) ملا محمد عبداللہ

(ز) جناب محمد قاسم بن محمد رضا ہزار جریبی کی اہلیہ کے متعلق یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ وہ کس کے بطن سے تھیں۔ یہ تمام حضرات علم وفضل، دین ودانش میں مشہور ہیں۔

تصانیف مجلسیؒ کے تصانیف عالم اسلامی کے تصنیفی فخر کے بہترین نمونے ہیں، بلا شبہ وہ یک فنی ہیں اور ان کا موضوع یا فن فقط حدیث ہے۔ وہ ثقۃ الاسلام کلینیؒ، شیخ الطائفہؒ اور متاخرین کی طرح مختلف اور رنگا رنگ کام پیش نہ کر سکے لیکن ان کا یہ شرف کیا کم ہے کہ ایک ہزار برس میں جو ہزاروں علماء نے الگ الگ کام کیا، انہوں نے تن تنہا ان سب سے زیادہ اور وسیع پیمانے پر

؎ ۔ رسالہ انساب صفحہ ۱۲۹

سرانجام دے کر "بحار الانوار" مرتب کردی اور اس کے بعد یا پہلے جو کچھ لکھا وہ تقریباً سب کا سب محدثانہ طریقہ پر۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ جیسے اُن کی زندگی حدیث کے لئے وقف تھی۔

تالیف و تصنیف کا شغل ۱۰۷۰ھ کے لگ بھگ شروع فرمایا جیسا کہ اُن کی کتابوں کے حاشیے سے اندازہ ہوتا ہے۔

(۱) بحار الانوار کی جلد اول کے بڑے اور خفی قلم سے لکھے ہوئے اٹھائیس صفحات مآخذ، و شیوخ کے مختصر ترین تعارف سے پُر ہیں۔ اس کے بعد صفحۂ انتیس پر پچیس جلدوں کے عناوین ہیں۔ ہم ان میں سے بعض جلدوں کا قدرے تفصیلی تعارف کرانے کے بعد سرسری فہرست لکھیں گے کہ زیادہ طول نہ ہو جائے۔

جلد اول

"کتاب العقل، والعلم والجہل"۔ اس کتاب کی ترتیب میں فضیلتِ علم و علماء، احکام اصول دین، فروع دین کے پیشِ نظر احادیث جمع ہیں۔ میرے سامنے پہلی اور دوسری جلد چھاپ ابراہیم تبریزی ہے جس کے ستائیس سطری دو سو چوبیس (بڑی تقطیع کے) صفحات ہیں۔ اس کا فارسی ترجمہ "عین الیقین" چھپ چکا ہے[1]۔

جلد دوم۔

"کتاب التوحید"۔ جو کلامی ترتیب سے جزئیات و کلیاتِ عقائد پر مشتمل و مرتب ہے اور آخری باب ہے "ابطال التناسخ" زیر نظر نسخہ رجب ۱۳۰۱ھ (تبریزی) میں شائع ہوا۔ اس

---

[1] ایک حصہ کا اردو ترجمہ بھی حیدر آباد دکن سے شائع ہوا ہے۔ مرتضٰی۔

کے تین سو بیس صفحات ہیں۔

اس کے خاتمے میں ہے کہ:۔

"یہ جلد آغاز ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۰۷۷ھ میں مکمل ہوئی"۔ اس کا فارسی ترجمہ "مجمع المعارف" کے نام سے مشہور ہے۔

جلد سوم

کتاب العدل والمعاد۔

جلد چہارم

کتاب الاحتجاجات والمناظرات وجوامع العلوم:۔ پہلے باب میں قرآن مجید کی وہ آیات ہیں جن میں وجود باری، اثبات توحید وغیرہ پر دلیلیں سمجھائی گئی ہیں۔ یہ باب ایک سو چھتیس صفحات پر مشتمل ہے اور قرآن و حدیث و تفسیر کا بحر بے پایاں ہے۔ پھر آنحضرتؐ اور ائمہؑ کے مناظروں کا بیان ہے۔ اس کے بعد صفحہ تین سو چھیالیس سے اصحاب ائمہ و علماء کے بعض مناظروں کا تذکرہ ہے۔

ربیع الثانی سنہ ۱۰۷۸ھ میں تین سو چھہتر صفحات (چھاپ تبریزی) پر کتاب ختم کی گئی تھی۔

جلد پنجم:۔

کتاب النبوۃ:۔ عام دستور کے مطابق کتاب آیات سے شروع ہوتی ہے اور مفہوم نبوت، علت بعثت، صفات نبی وغیرہ کے عنوانات سے مرتب کر کے قصص انبیاء و بعض سلاطین کے حالات مروی ہیں۔ رمضان سنہ ۱۰۸۰ھ میں کتاب کی تکمیل فرمائی۔

مطبع میر محمد باقر طہرانی کے سنہ ۱۳۰۵ھ والے ایڈیشن کے مطابق یہ جلد بقلم خفی سینتیس سطری: تین سو ترانوے (۳۹۳) صفحات پر مشتمل ہے۔

جلد ششم :-

کتاب ختم الرسل :- آنحضرتؐ کی ابتدائے خلقت سے غرائب احوال بعد وفات تک کا حال پوری تفصیل کے ساتھ موجود ہے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر یہ جلد اہم ترین مواد کی حامل ہے۔ زیر نظر نسخہ صاف کاغذ، اچھے ٹائپ سے مطبع خورشید ۱ ربیع الثانی ۱۳۲۳ھ طہران کا چھاپہ ہے جس میں دس سو باون چھتیس سطری بڑے صفحے ہیں۔

جلد ہفتم

کتاب الامامۃ :- اس جلد میں ضرورت امام سے لے کر صفات امام و اوصاف ائمہ اثنا عشرؑ کا تفصیلی و مدلل بیان ہے۔ حسب تصریح مؤلف ——— ذی حجہ ۱۰۰۶ھ ——— میں تکمیل ہوئی۔ پیش نظر جلد چاپ تبریزی ہے جو ۱۲۹۶ھ میں لیتھو پریس پر اکیس سطری چار سو گیارہ صفحات میں تمام ہوئی ہے۔

جلد ہشتم۔

کتاب الفتن :- اس میں مظلومی ائمہؑ کا تاریخی پس منظر، امیرالمومنینؑ اور ان کے مخالفین کے درمیان ذہنی اور واقعاتی معاملات کی تفصیل ہے۔ زیر نظر جلد خفی قلم کے اکتالیس سطری سات سو تین صفحات پر مشتمل ہے چاپ تبریزی ۱۲۷۷ھ۔

تاریخ ختم کتاب ، سلخ ذی حجہ ۱۰۹۱ھ لکھی ہے۔ اس جلد کا ترجمہ مؤلف کے بھتیجے ملا محمد نصیر بن ملا عبداللہ نے فرمایا ہے۔

جلد نہم

تاریخ امیرالمومنین :- ولادت سے بعد شہادت تک کے واقعات ہیں۔ تاریخ ختم تالیف،

۶ ربیع الثانی ۱۰۷۹ھ۔

پینتیس[۳۵] سطری سات سو بہتر[۷۷۲] صفحات چاپ تبریزی ۱۲۹۶ھ

جلد دھم۔[۱۰]

تاریخ معصومہ کونین سے مقتل سید الشہدا تک۔ سینتیس[۳۷] سطر کے تین سو گیارہ[۳۱۱] صفحات کی یہ کتاب مطبع تبریزی ۲۰ رجب ۱۳۰۲ھ میں بھی چھپی ہے۔

اس جلد کا فارسی ترجمہ "جلاء العیون" اور اردو ترجمہ دو حصوں میں چھپ چکا ہے۔ جن میں سے دوسرے حصے کا نام ہے "مجالس الابرار" ترجمہ عاشر بحار۔ مطبوعہ جعفری نخاس لکھنؤ۔

جلد یازدھم۔[۱۱]

تاریخ امام زین العابدینؑ سے احوال امام ہفتم تک۔ اکتالیس[۴۱] سطری دو سو بتیس[۲۳۲] صفحات ختم تالیف شوال ۱۰۷۰ھ۔

۱۲۔ امام علی رضا علیہ السلام سے امام حسن عسکریؑ تک کے حالات

۱۳۔ کتاب الغیبۃ۔ یہ جلد متعلقات مباحث امام عصر سے متعلق ہے۔ اس کا سنہ تالیف ۱۰۷۸ھ ماہ رجب درج ہے۔ اکتالیس سطر کے دو سو باون[۲۵۲] صفحات ہوتے ہیں۔ اس کا فارسی ترجمہ چھپ چکا ہے۔

۱۴۔ کتاب السماء والعالم۔ یہ کتاب قرآن و حدیث کے ایک اہم بالشان ذخیرے اور عناصر و مافوق العناصر کے بارے میں روایات کا سب سے بڑا دفتر ہے۔ اس جلد کا مطالعہ عصر حاضر کے ماہرین سائنس کے لئے دعوت یک نگاہ ہے۔ یہ جلد وسط جمادی الثانی ۱۱۰۳ھ میں مکمل کی گئی تھی۔ افسوس ہے کہ ۱۳۱۶ھ کے چھاپ پر صفحات کے نمبر نہیں۔ مگر اندازہ ہے کہ اکتالیس[۴۱]

سطری صفحات آٹھ سو سے کم نہ ہوں گے۔

۱۵۔ کتاب ایمان وکفر ومکارم اخلاق

۱۶۔ کتاب آداب وسنن، اوامر ونواہی وحدود وحکایات۔

۱۷۔ کتاب روضہ، حکم وخطب، اس کا فارسی ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

۱۸۔ کتاب طہارت وصلوٰۃ۔

۱۹۔ کتاب قرآن ودعا

۲۰۔ کتاب زکوٰۃ وصوم واعمال یومیہ ومسنویہ

۲۱۔ کتاب الحج ۲۲۔ کتاب المزار

۲۳۔ کتاب عقود وایقاعات ۲۴۔ کتاب احکام

۲۵۔ کتاب اجازات

۲۶۔ مستدرک۔ ان احادیث کا مجموعہ جو گذشتہ پچیس جلدوں میں نہیں آسکی تھیں۔ یہ نہیں معلوم کہ یہ مستدرک شائع بھی ہوا یا نہیں۔ صرف صاحب تذکرہ ملا مجلسیؒ کے یہاں اس کا نام دیکھنے میں آیا۔

بحار پر تبصرہ

یہ چھبیسوں جلدیں کئی مرتبہ چھپ چکی ہیں، بعض جلدیں مکمل سیٹ کے علاوہ بھی چھپیں لیکن مانگ باقی ہے۔ سنا ہے کہ اب ایران سے اس کا ایک بہت عمدہ ایڈیشن سو جلدوں میں چھپ رہا ہے۔ بحار الانوار کے چند خصوصیات کا ذکر اس لئے کرنا ضروری ہے کہ کتاب کے چند پہلو سامنے آجائیں۔ اس لئے مختصر یہ ہے کہ:۔

۱۔ کتاب کی تالیف کا مقصد صرف جمع احادیث ہے کہ وہ ہزاروں مجامیع واصول جو الگ الگ تھے ہو سکی منزلیں ہیں انہیں یکجا کر دیا جائے۔ چنانچہ روایتی مجامیع پڑتال سے بلند ہو کر یہ کام سرانجام دیا گیا۔

۲۔ ترتیبِ ابواب میں آیات قرآن کو کافی اہمیت دی ہے کہ ہر باب میں پہلے آیات ہیں پھر روایات۔

۳۔ بحارالانوار کے روایات اتنے زیادہ ہیں کہ ابھی تک اُن کا صحیح شمار نہیں کیا جا سکا۔

۴۔ آیات کے ساتھ تفسیر اور روایات کے ساتھ حل مشکلات بھی کیا ہے۔

۵۔ روایاتِ امامیہ کے ساتھ روایاتِ طرقِ اہل سنت کو بھی لیا ہے۔

۶۔ اصل کتاب کے متعدد ایڈیشنوں کے علاوہ تراجم و ملخصات بھی قبولیت عام حاصل کر چکے ہیں۔ جن میں چند تراجم کا ہم نے ذکر کیا ہے۔ خلاصوں میں اہم ترین خلاصہ محدثِ اعظم الحاج شیخ عباس قمی رح (م ۱۳ $\frac{۵۹}{۲}$ ۱۳ھ) نے سفینۃ البحار کے نام سے لکھا اور دو جلدوں میں تقریباً تمام ابواب بحار کا مختصر اشاریہ اور کچھ اضافے کر دیے۔

خود شیخ نے اپنی کتاب کا تعارف ان الفاظ میں کر دیا ہے۔

علی ترتیب حروف المعجم لیسهل طریق تناوله اذا احتیج الیه بوجه اتم، ثم عنّ لی ان لا اقتصر علی ذلک، بل اکتب فی کل مادّة الحدیث الوارد فیها اذا کان مختصراً او اشیر الی مضمونه، او موضع الحاجة منه اذا لم یکن مختصراً، واذا کان فیه تحقیق لطیف فاذکره لنفاسة او مطلب مهم فاقتصر علیه

یہ کتاب

۱۔ لغت کے انداز پر مرتب کی ہے کہ جس حدیث کی ضرورت ہو وہ یقینی طور سے مل جائے۔

۲۔ پھر مجھے یہ خیال ہوا کہ ہر "مادہ" میں اگر وہ روایت مختصر ہو تو اسے ورنہ اس کا مضمون لکھ دوں یا ضرورت بھر ٹکڑا،

۳۔ اگر کوئی تحقیقی بات یا مفید مطلب لکھنا ہو تو

وخلاصة واكتب مختصرا من تراجم مشاهير اصحاب النبیؐ وائمة الدینؑ ...... وبنذا من احوال علماء الفریقین، وبعض الاخبار المعروفین عند ذکر اسامیهم او انسابهم او القابهم......... سالکا طریق نهایة الاثیرؒ - ص ۲-۳ جلد اوّل۔

اسے مختصر طریقے پر قلمبند کردوں۔
۲- مشاہیر صحابہ نبیؐ وائمہ، علماء فریقین بعض مشہور ادیبوں کا بھی ذکر کردوں، جن کا نام یا نسب یا لقب آجائے ......
اس میں "نہایہ ابن اثیر" کا انداز سامنے رکھا گیا ہے۔

گویا یہ کتاب لغت حدیث وقرآن، فہرست مضامین بحار، خلاصۂ کتاب اور ایک رجال کی مختصر تاریخ ہے۔

دوسرے تصانیف

(۱) مرآۃ العقول شرح اصول کافی تا نصف کتاب دعا، رجالی اور محدثانہ نظر سے بڑی اہم شرح مانی جاتی ہے۔ (عربی)

(۲) حاشیہ اصول کافی مکتوبہ ۱۰۹۱ھ [1] (عربی)

(۳) ملاذ الاخیار شرح تہذیب الاخبار تا کتاب صوم۔ (عربی)

(۴) شرح اربعین (عربی)

(۵) فوائد الطریقہ، شرح صحیفہ کاملہ تا دعائے چہارم

(۶) وجیزہ رجال میں شاید اسی کا نام ہے "خلاصۃ المقال فی اسماء الرجال" جیسا کہ مطبع احمدی عظیم آباد پٹنہ ۱۳۱۵ھ کے سرورق پر ہے۔

---

[1] الذریعہ ج ۶ ص ۱۸۱-

مؤلف نے لکھا ہے :-

اس کی تالیف خراسان سے اصفہان آئے ہوئے چند دن (رجب ۱۰۸۶ھ) میں مکمل ہوئی۔

(۶) لیلیہ :- (اعتقادیہ مجلسی) پندرہ سطر کے چوالیس صفحات (چھاپ لکھنؤ ۱۲۶۱ھ) کا یہ رسالہ کسی کی فرمائش سے ایک رات میں لکھا تھا۔

۷۔ رسالہ اذان (عربی)

۸۔ رسالہ شکیات نماز (عربی)

۹۔ رسالہ اوزان شرعی (عربی)

غرض اس طرح کے رسائل و حواشی عربی کے بیسیوں تالیفات کے علاوہ فارسی تالیفات بھی قابل ذکر ہیں، کیونکہ مجلسی کی عظمت اور اُن کے جذبۂ خدمتِ دین کا ثبوت یہ بھی ہے کہ انہوں نے احادیث ومعارفِ آل محمد کو سادہ وسہل، آسان و رواں فارسی میں منتقل کر کے عوام تک بہت کچھ پہنچایا۔ جن سے شیعہ عوام آج تک بآسانی فائدہ اُٹھاتے ہیں اس کے لئے (۱۰) ترجمۃ الصلوٰۃ جیسے رسالے اور بے شمار دعاؤں اور متعلقہ احکام و مسائل کے کتب کا ذکر چھوڑتے ہوئے چند ضخیم کتابوں کے نام لکھتا ہوں۔

۱۔ حیات القلوب جلد اوّل احوال و قصص انبیاء (بروایات) تالیف وسط شوال ۱۰۸۵ھ باعتبار طبع نول کشور لکھنؤ۔ ۶۴۴ صفحے

جلد دوم۔

تاریخ ختمی مرتبت، تالیف ۲۵ ذی حجہ ۱۰۸۸ھ (اسی میں اصحاب کا بھی تذکرہ ہے۔) طبع مذکور ۵۰۷ صفحے (بڑا سائز)

جلد سوم :-

اولیٰ امامت، آیات اور روایات سے ۷۰۵ صفحات کی اس ضخیم تالیف کو (جس کی جلد سوم نامکمل رہ گئی تھی۔ علامہ کے بھتیجے ملا محمد رضی بن ملا محمد نصیر مجلسی نے "صحیفۃ المتقین" کے نام سے مکمل کیا۔

یہ کتاب ہند و ایران میں بارہا چھپ چکی ہے۔ بانکی پور پٹنے کے کتب خانہ خدا بخش میں ایک اہم اور معاصر مؤلف نسخہ مکتوبہ ۱۰۹۰ھ موجود ہے۔ (ملاحظہ ہو "ایک مشرقی کتب خانہ" ص ۹۲)

لکھنؤ سے کتاب کا اُردو ترجمہ بھی چھپ چکا ہے۔ اور اب بھی ملتا ہے۔

(۱۲) عین الحیوٰۃ :- موعظہ، زہد و تقوے میں "چشمۂ نجات" کے نام سے اُردو ترجمہ چھپ چکا ہے۔ "عین الحیوٰۃ" کا ایک خلاصہ

(۱۳) مشکوٰۃ الانوار کے نام سے خود مجلسیؒ نے تحریر فرمایا تھا۔ ایک فارسی خلاصہ استاد علام جناب مولانا سید احمد صاحب قبلہ مدظلہ بن حجۃ الاسلام سید محمد ہادی صاحب قبلہ نے بھی تحریر فرمایا جو ۱۳۲۳ھ میں لکھنؤ سے شائع ہو چکا ہے

(۱۴) حق الیقین :- اصولِ دین پر ایک ضخیم تالیف (آخر شعبان ۱۱۰۹ھ)۔ کہتے ہیں کہ اسے پڑھ کر بہت سے حضرات شیعہ ہو گئے تھے۔ اس کا اُردو ترجمہ "تحقیق الیقین" کے نام سے ۸۶۳ صفحات میں شائع ہو چکا ہے۔

(۱۵) حلیۃ المتقین :- آداب و سنن حیات زندگی میں۔ اس کا ایک اُردو ترجمہ مولانا مقبول احمد صاحب دہلوی مرحوم نے فرمایا جو چھپ چکا ہے۔ ایک تلخیص علامہ شیخ عباس قمیؒ نے فرمائی جو مقبول عام ہے۔

(۱۶) جلاء العیون :- احوال معصومینؑ پر مشتمل ہے۔ اس کا اُردو ترجمہ بھی چھپ چکا ہے۔

(۱۵) تحفۃ الزائر :- آداب زیارات عتبات عالیات۔
(۱۶) حاشیہ امل الآمل فی تراجم علماء جبل عامل[لف]۔

لف۔ الذریعہ ج ۶ ص ۲۵ —— اس کے علاوہ تقریباً ساٹھ کتابوں کے نام ہیں جنہیں شیخ عباس قمی نے فوائد الرضویہ میں لکھا ہے۔ خود علامہ مجلسی کے نواسے محمد حسین بن محمد صالح نے ایک مکمل و مفصل فہرست لکھی ہے جو مجھے دستیاب نہ ہو سکی۔
مرتضیٰ

حرفِ آخر

دورِ اشاعت

maablib.org

- نوری
- عبداللہ شبر
- شیخ عباس
- پاک و ہند میں حدیث
- محمد سعید
- مجتبیٰ حسن

○

حرفِ آخر

مجلسیؒ کے بعد تاریخی اور علمی طور پر حالات بدل گئے، ایک طرف ایران پر ترکوں کی یلغار، دوسری طرف اندرونی خلفشار نے عراق و ایران کے مراکز کو ہلا دیا۔ شام، جبلِ عامل، اور بحرین کے علماء بھی مرکز کے تاثر سے متاثر ہوئے۔

۱۔ نعمت اللہ جزائری (م ۱۱۱۲ھ) ۲۔ میر محمد صالح خاتون آبادی ۳۔ جمال الدین محمد بن آقا حسین خونساری (م ۱۱۲۵ھ) ۴۔ محمد بن علی بن یوسف بحرانی (م ۱۱۲۱ھ) ۵۔ سیّد ہاشم بن سلیمان متوفی ۱۱۰۷ھ

یہ حضرات عام طور پر کتب حدیث پر شروح و حواشی اور چھوٹی یا متفرق چیزیں لکھتے رہے۔ بعض حضرات نے مستدرک بحار[1] بھی لکھی۔ استبصار کی بعض طویل شرحیں بھی اسی دور میں لکھی گئیں، جیسے ابن الوندی کی شرح الاستبصار فی احادیث الائمہ الاطہار[2] یا جامع الاخبار فی ایضاح الاستبصار۔

عوالم

شیخ عبداللہ بن نوراللہ بحرانی معاصر صاحب بحار نے سو جلدوں میں احادیث جمع کی ہیں۔

الشفا فی حدیث آل المصطفیٰ

---

[1] دیکھئے احوال طوسی ص ۱۰۷۔ ان کی تفسیر برہان روایات محمد و آل محمدؐ کا سب سے بڑا مجموعہ ہے۔

[2] تاسیس ص ۲۹۱۔

یہ بھی ایک مبسوط و ضخیم کتاب ہے جس کے مؤلف ہیں شیخ محدث علامہ محمد رضا ابن عبد اللطیف تبریزی متوفی ۱۱۵۸ھ۔

مستدرک الوسائل

حسین بن محمد تقی بن علی محمد طبرسی

۱۸ شوال / دسمبر ۱۲۵۴ھ / ۱۸۳۸ء کو، نور، یالو، طبرستان میں ولادت ہوئی۔ علم دوست، دین دار، اور صاحب فضل گھر میں نشو و نما حاصل کی۔ ابھی آٹھ برس کے تھے جو ۱۲۶۲ھ میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ اس ہونہار طالب علم اور جوان ہمت خادم دین نے علامہ محمد علی محلاتی[1] کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، اور انہیں کے ساتھ اٹھارہ انیس برس کی عمر میں (۱۲۷۳ھ) عراق تشریف لے گئے۔ لیکن وہاں بعض پریشانیوں نے چین نہ لینے دیا۔ آخر مجبور ہو کے اور ایران واپس آ گئے، اور یہیں حاجی شیخ عبد الرحیم بروجردیؒ سے طہران میں رہ کر تعلیم کرتے رہے۔

۱۲۷۸ھ میں توطن عراق آ گئے۔ اور کربلا میں شیخ العراقین عبد الحسین طہرانیؒ[2] سے فیض اٹھایا پھر دو سال قیام کیا، ۱۲۸۰ھ میں حج سے مشرف ہو کر نجف آئے اور یہاں علامہ اجل شیخ مرتضیٰ انصاری رحمۃ اللہ علیہ[3] سے فیض حاصل کیا مگر چند ماہ کے بعد ۱۲۸۲ھ میں مشہد مقدس آنا ہوا۔ وہاں سے ۱۲۸۶ھ میں واپس

---

[1] ملخص از خاتمہ مستدرک ص ۸۷۷۔ [2] فوائد الرضویہ ص ۱۳۹ میں انہیں خسر علامہ نوری بتایا گیا ہے۔
[2] یہ شیخ عبد الحسین وہی ہیں جن کا حاشیہ رجال نجاشی طبع بمبئی پر ہے۔ شیخ کا سنہ وفات حسب تصریح شیخ عباس ۱۲۸۶ھ ہے۔ مرتضیٰ۔ [3] مرتضیٰ بن محمد امین صاحب رسائل (فرائد الاصول) متوفی ۱۲۸۱ھ۔

آئے اور دوسری مرتبہ حج سے مشرف ہوئے۔ واپس آکر دو سال نجف میں قیام فرمایا درس و تدریس و مطالعہ و تالیف میں مصروف رہ کر سامرے ہجرت کر آئے، دو سال قیام کرنے کے بعد پھر حج کرنے گئے۔ وہاں سے واپس آکر عراق سے زیارت مشہد کو گئے۔ سنہ ۱۲۹۹ھ میں چوتھا حج کیا۔ واپسی پر سنہ ۱۳۱۴ھ تک سامرے میں رہے۔ خاتمہ مستدرک میں خود لکھا ہے کہ اب ساٹھ برس کی عمر ہے۔ نجف کو وطن بنانا چاہتا ہوں[۱]۔

اسی سال نجف تشریف لے آئے اور یہیں شب چہارشنبہ ایک ساعت بعد ۲۰ جمادی الآخرہ سنہ ۱۳۲۰ھ وفات فرمائی اور صبح کو ۲۰، تاریخ مشرقی ایوان باب قبلہ میں سپرد خاک ہوئے۔

شیخ عباس نے سیرت و اخلاق کے بارے میں خوب لکھا ہے کہ:۔

اس قدر کثیر السفر ہونے کے بعد اتنی ضخیم تحقیقی کتابیں لکھنا ہی بتاتا ہے کہ ان کا حافظہ، ذوق مطالعہ اور قوت تحریر کا کیا عالم تھا۔ شب و روز مطالعہ حدیث، قرأۃ قرآن اور تحریر و عبادت کے علاوہ کوئی شغل نہ تھا۔

مستدرک الوسائل خود اصل کتاب وسائل کے برابر لکھی۔ بحار کا مستدرک، النجم الثاقب فی احوال الامام الغائب، میزان السماء فی تعیین مولد خاتم الانبیاء وغیرہ اتنی عظیم الشان چیزیں ہیں کہ ان کی وجہ سے مجلسی ثانی کہلائے جانے لگے۔

مستدرک کے خاتمے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا کتب خانہ بہت سے نوادر اور اصول کا خزانہ تھا۔ جن کو ماخذ بنا کر یہ دفاتر مرتب فرمائے۔ ہمارے گذشتہ مباحث میں خاتمہ مستدرک کے

---

[۱] یہاں تک خاتمہ کی تلخیص تھی۔ اس کے بعد فوائد الرضویہ جلد اول میں ص ۱۵۰ سے خصوصی فائدہ اٹھایا گیا ہے۔

حصہ رجال کا اکثر تذکرہ وحوالہ ہے جس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مؤلف کے معلومات کس قدر ٹھوس اور گہرے تھے۔

جامع المعارف والاحکام

سید عبداللہ شبر کی ایک ضخیم تالیف ہے، جسے مؤلف علام نے بحار الانوار کے انداز پر بیس جلدوں میں لکھا تھا۔ احادیث کے اس عظیم الشان مجموعے کو مرتب کرنے کی وجہ سے لوگ مجلسی ثالث[1] کہتے ہیں۔

سید عبداللہ ۱۱۸۸ھ نجف میں پیدا ہوئے اور تعلیم اپنے والد علامہ کبیر سید محمد رضا عابدیؒ سے حاصل کی۔ پرورش و تربیت کا معیار سمجھنے کے لئے یہ واقعہ کافی ہے کہ اُن کے والدؒ نے صاف صاف فرما دیا تھا۔

"یہ میرے اخراجات جو تم پر ہو رہے ہیں اور یہ رزق جو تمہیں مل رہا ہے، اس وقت حلال و طیب ہے جب کہ تم اپنی زندگی پڑھنے پڑھانے اور خدمت دین میں صرف کرو۔"

چنانچہ ساری زندگی اسی عالم میں صرف کر دی اور احتیاط کا یہ عالم کہ اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے بعد باپ کی میراث کو ہاتھ نہ لگایا، خود محنت کی اور رزق فراہم کیا، لوگوں نے سبب پوچھا تو بتایا کہ شاید والد مرحوم کی شرط کے وفا ہونے میں کوتاہی ہو جائے، ابھی تو پہلے ہی استعمال کو جائز بنانا اور شرط کو وفا کرنا ہے۔

نجف میں قیام کی وجہ سے جن اکابر اسلام سے فیض حاصل کرنے کا موقع ملا اُن میں عالم متبحر سید محسن[2] اعرجی اور شیخ کبیر صاحب کشف الغطا شیخ جعفرؒ متوفی ۱۲۲۸ھ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

---

[1] صاحب مقدمہ مصابیح نے مجلسی ثانی لکھا ہے۔ م ح۔ [2] محسن بن حسن معتقل اعرجی کاظمی متوفی ۱۲۴۰ھ (ذریعہ ۲، ص ۳۳۰)

۱۲۶۳ھ کاظمین میں وفات پائی اور اپنے والد کے پہلو میں سپرد خاک ہوئے۔
مقدمہ نگار مصابیح الانوار فی حل مشکلات الاخبار" نے ۲۲ تالیفات کا ذکر کیا ہے جن میں تفسیر و شرح نہج البلاغہ، وغیرہ کے علاوہ :۔

"جامع المعارف" بھی ہے کہ اس کی جلد اول "توحید" اور جلد بستم احوال رجال میں ہے۔حدیث پران کی اہم کتاب مصابیح بھی ہے۔یہ کتاب ابھی انہیں کی اولاد میں سے ایک صاحب نے تصحیح و مقدمے کے ساتھ دو جلدوں میں بغداد سے ۱۹۵۱ء میں شائع کی ہے۔پوری کتاب علاوہ مقدمہ و فہرست کے ۸۰۰ صفحات پر ٹائپ سے چھپی ہے اور دو سو اکہتر احادیث کی شرح پر مشتمل ہے۔

شیخ عباس قمیؒ (متوفی ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ)

شیخ المحدثین صاحب "سفینۃ البحار" کا نام اور ان کے بعض تالیفات کا تفصیلی تذکرہ کیا جاچکا ہے۔
شیخ عباس ہمارے دور کے ان سابقین میں ہیں جنہوں نے حدیث کا ذوق عام کرنے اور حدیث کو مقبول بنانے میں بڑی خدمتیں انجام دی ہیں۔

علامہ نوریؒ اور ان کے معاصرین سے اس پختہ ذوق کامل نے فیض حاصل کیا اور اکابر محدثین کی طرح ابتداہی سے مطالعہ و ذخیرہ کتب کا شوق، بلا کا حافظہ، غضب کی تاثیر زبان، موعظت شعار اور راستی کردار نے ایک جہان کو گرویدہ بنالیا تھا۔مجلسیؒ کے بہت سے تالیفات کی تلخیصیں اور دوسروں کی بہت سی کتابوں کے خلاصے اور شرحیں اور ضمیمے لکھے۔تقریباً ڈیڑھ سو چھوٹی بڑی کتابیں ہیں اور سب مطبوع و پسندیدہ۔

۱۔ سفینۃ بحار الانوار کے علاوہ ۲۔ خلاصہ حلیۃ المتقین ۳۔ نفس المہموم، ایک جامع مقتل۔

۳- منتہی الآمال، سوانح ائمہ ۵- تتمۃ المنتہی- تاریخ بنی امیہ و بنی عباس و مصائب سادات۔
۶- نفس المہموم، ۷- فیض القدیر، حدیث پر ۸- ہدایۃ الہدایۃ کا ضمیمہ آداب وسنن۔
۹- مفاتیح الجنان، اعمال روزمرہ میں مشہور ترین کتاب ۱۰- الفوائد الرضویہ فی احوال العلماء الامامیہ (رجال میں) ۱۱- تحفۃ الاحباب فی نوادر الاصحاب- رجال ۱۲- ہدیۃ الاحباب فی الکنی والالقاب رجال- ۱۳- حسن الآثر من اخلاق سید البشر- وغیرہ

اب پریس اور کتابوں کی اشاعت، وسائل دریافت کی آسانیوں اور مجامیع کی موجودگی نے بہت سی دقتیں ختم کردیں، چنانچہ اب یہ ضرورت باقی نہیں رہی کہ بڑے بڑے ذخیرے مرتب کئے جائیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اکابر محدثین نے پرانے قلمی و مطبوعہ تصانیف و تالیفات کی تصحیح، معیاری اشاعت، تطبیق کی طرف توجہ کی- چنانچہ اصول اربعمأۃ آثار محامدؒ اور دوسرے قدماء کی مخطوط کتابیں تحقیق و تنقیح کے ساتھ شائع کی جارہی ہیں- ان کی خدمتوں کا جائزہ اور اس کے تفصیلات مہیا کئے جارہے ہیں۔ جو دین اور علم کی واقعی بہت بڑی خدمت ہے۔ خدا ان حضرات کے وجود کو بقاء اور اس ذوق کو عام کرے۔

متحدہ ہندوستان میں حدیث

● ہندوستان میں علماء حکومت و عوام کی مخالفت اور حریفوں کے اعتراض و مناظرات کی وجہ سے دوسرے علوم کی طرف پوری توجہ نہ دے سکے، نتیجہ یہ ہوا کہ "عبقات الانوار" تو لکھی گئی، مگر رجال حدیث و درایت کا اتنا بڑا کارنامہ، حدیث سے متعلق ہونے کے بجائے مناظرہ و تاریخ مناظرہ کا شاہکار بنا۔

؎ - کلینی، صدوق، طوسی، مجلسی، فیض، حر عاملی رحمہم اللہ۔ م

یوں تو محمد مومن بن دوست محمد استرآبادی (عہد حکومت قطب شاہیہ، محمد ابن خاتون عاملی، شیخ جعفر بن کمال الدین بحرانی (م ۱۰۸۸ھ)۔ قاضی نور اللہ شوشتری (قاضی لاہور و شہید ثالث اکبر آباد ۱۰۱۹ھ) سید علاء الدولہ و سید علی از اولاد شہید ثالث رح وغیرہم نے حدیث پر کچھ نہ کچھ کام کیا، لیکن وہی کہ افراتفری نے جم کر بیٹھنے نہ دیا۔ شمالی ہند میں فیروز شاہ نے کتب خانے جلا دیے۔[۲] دکن میں فاتح دکن نے ان علماء کو ملک بدر کر دیا۔ چنانچہ یوسف بن احمد بحرینی لؤلؤۃ البحرین میں اپنے ہندوستانی اعزہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"وبعد موته حاز القائم مقامه علامہ شیخ جعفرؒ کی وفات کے بعد ان کے قائم مقام شیخ

فى تلك البلاد، الشيخ الزاهد العابد الصالح الشيخ احمد بن صالح الدرازي البحراني الى ان الفتح البلاد الشاه اورنگ زيب فامر باخراج الاصناف منها من بمقدمه فكان الشيخ احمد المذكور مقدم من فيها من ضعف العلماء مرله بالف درهم ورجع الشيخ احمد المذكور الى ولاية العجم بعد ان حج بيت الله الحرام ..."[۳]

زاہد عابد صالح۔ شیخ احمد بن صالح درازی بحرانی ہوئے۔ یہاں تک کہ اورنگ زیب نے دکن فتح کر کے تمام شاہی ملازمین کو نکلوا دیا۔ علماء میں شیخ احمد سب سے پہلے نکالے گئے، اور حکم دیا گیا کہ ان کو ایک ہزار روپیہ دیا جائے۔ چنانچہ شیخ حج کر کے عجم پلٹ آئے۔

ملا احمد ٹھٹھوی، شہید ثالث رح وغیرہ کے واقعات تو سب کو معلوم ہیں۔

---

[۱]۔ دیکھئے احوال مجلسی ضمن اساتذہ [۲]۔ لؤلؤۃ البحرین۔ نجوم السماء میں بھی ۱۰۲۹ھ ہے۔ [۳] فتوحات فیروز شاہی

[۴]۔ لؤلؤۃ البحرین ص ۷۴ - ۷۰ -

اودھ میں نہضت علمیہ کا آغاز ہی ہوا تھا کہ "اں قدح بشکست و آں ساقی نماند"۔ وس بیس کتابیں چھپیں جن میں بحارالانوار کی بعض جلدیں بھی تھیں۔ حکومت ختم ہونے کے بعد بھی مناظرہ پر کام ہوتا رہا اور اب تک اس ملک پر اسی فن کا تسلط ہے۔ حدیث پر خاندانِ اجتہاد اور دوسرے خانوادوں نے کام کئے۔ مثلاً تاج العلماء مولانا علی محمد صاحب قبلہ نے بعض حواشی اور بعض احادیث کی عربی میں بھی شرحیں لکھیں۔ جناب مفتی محمد عباس صاحب قبلہ م نے کافی وغیرہ پر کام کئے۔ خاندان باقر العلوم نے بھی بعض چیزیں لکھیں۔ لیکن یہ کام ضمنی تھے۔ اصل میں ان حضرات کو مناظرہ وادب و معقولات، و فقہ نے اس طرف متوجہ نہیں ہونے دیا۔

اب استاد محترم جناب مولانا محمد سعید صاحب قبلہ "مسانید العصمۃ" کے نام سے ایک ضخیم کتاب مرتب فرمارہے ہیں۔ جس کے بیس بائیس حصے ہیں۔ پہلا حصہ احادیث پیغمبر کا ہوگا پھر باقی معصومین سے مروی روایات کو مختلف ابواب پر منقسم کیا ہے۔ ابھی ۱۹۵۶ء میں جب وہ لاہور تشریف لائے تو اس مجموعے کی زیارت ہوئی۔ "مسند صادق" تقریباً مکمل ہے۔ فرماتے تھے کہ:۔ "تقریباً کل دو دو سو جلدوں کا ہوگا، کیونکہ صرف "حلقہ ثامنہ" (مسند صادق م) اٹھارہ جلدوں میں ختم ہو رہا ہے۔"

مولانا، علامہ ناصر حسین بن علامہ حامد حسین صاحب العبقات رحمہم اللہ کے فرزند ہیں۔ ۲۰ محرم ۱۳۳۳ھ کو ولادت ہوئی۔ ابتدائی اور وسطانی تعلیم کے بعد ۱۳۵۲ھ میں نجف تشریف لے گئے اور ۲۰ شعبان ۱۳۵۶ھ بمطابق یکم نومبر ۱۹۳۷ء بروز دوشنبہ واپس آئے۔ نجف اور لکھنؤ میں کئی کتابوں کے علاوہ "عبقات الانوار" اور زیر نظر موضوع پر "مسانید العصمۃ" لکھی۔

جناب علامہ ڈاکٹر مجتبیٰ حسن صاحب کاموں پوری پی ایچ ڈی (ازہر یونیورسٹی) شیعہ ڈین

علی گڑھ یونیورسٹی نے بھی "مسانید ائمہ" اور حدیث پر مختلف کام کئے ہیں جو تاریخی اور افادی حیثیت سے بہت اہم ہیں۔

میں اب ایسے دور میں آگیا ہوں جہاں مشکل یہ ہے کہ معلومات کم اور ارباب کمال زیادہ ہیں۔ اپنے اساتذہ اور دوسرے اکابر کے بارے میں اطلاعات نہ ہونے کی وجہ سے لکھنا بھی مشکل اور نہ لکھنا بھی خلاف ادب اس لئے جن کے بارے میں لکھا اُن سے بھی شرمندہ اور جن کے بارے میں نہیں لکھا اُن سے بھی معذرت خواہ ہوں۔

"إنّ الله عند لسان كلّ قائل" (حدیث نبوی)

اللّهمّ تقبّل منّا إنّك أنت السميع العليم

مرتضیٰ حسین

۳۰ صفر المظفر ۱۳۷۷ھ

مطابق ۲۶ ستمبر ۱۹۵۷ء

شمعِ حسینی کے پروانوں سے تعاون کی اپیل

مادیت کے اس دور میں جب کہ اقوامِ عالم حصولِ دنیا کے لئے ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتی ہیں اور اپنے تمام مادی ذرائع ذاتی مفاد اور دنیوی اقتدار کے حصول کے لئے استعمال کر رہی ہیں یہ فخر پیروانِ حسینؑ ہی کو حاصل ہے کہ وہ اب بھی اُن روایاتِ کہن کو تازہ کرنے کے لئے اپنا سب کچھ لٹا دینے سے دریغ نہیں کرتے جو حق و صداقت، عدل و دیانت اور کلمۃ الحق کو سربلند کرنے کا موجب ہیں۔ بلاشبہ یہ فخر بھی پیروانِ حسینؑ ہی کو حاصل ہے کہ انہوں نے کبھی مذہب کو سیاسی اغراض کا آلۂ کار نہیں بنایا اور نہ مذہب پر سیاست کو ترجیح دی۔ انہوں نے ہمیشہ علیؑ علیؑ کے نعرے لگا کر اور حسینؑ کا نام لے کر دنیا داروں کو دین کی طرف متوجہ کرنے کی کوششیں جاری رکھیں اور کروڑ ہا روپیہ نذر و نیاز، منت و حاضری، علم اور تعزیہ پر صرف کر کے دنیا کو ایثار اور امرِ خیر کا سبق دیا۔ اراکینِ مشن ان روایاتِ کہن کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کے متمنی ہیں اور بے دینی و الحاد کی رَو کو روکنے کے لئے ہر صاحبِ علم کے ہاتھوں میں لٹریچر پہنچانا چاہتے ہیں۔ اور افرادِ ملت سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ مشن کی طرف سے شائع شدہ کتابیں زیادہ سے زیادہ تعداد میں خریدیں، خود پڑھیں اور اپنے دوستوں میں مفت تقسیم کریں۔ اس سے زیادہ مشن کی امداد یوں ہو سکتی ہے کہ مشن کے سرگرم ممبر بن کر اس کے اغراض و مقاصد کی تکمیل میں کارکنان کا ہاتھ بٹائیں تاکہ اس خالص دینی ادارے کی جڑیں مضبوط ہو جائیں اور یہ محمدؐ و آلِ محمدؐ کی تعلیمات کی زیادہ سے زیادہ نشر و اشاعت کر سکے۔ کیونکہ اراکینِ مشن کے نزدیک پاکستان کی سب سے بڑی خدمت یہی ہے کہ یہاں عوام کے ہاتھوں تک اسلامی

لٹریچر پہنچایا جائے جس کے مطالعہ سے ان میں اتحاد بین المسلمین اور اسلامی رواداری کا جذبہ پیدا ہو اور وہ ملتِ اسلامیہ کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید ثابت ہو سکیں۔

الملتمس

ناظمِ شعبۂ نشر و اشاعت

پاکستان حسینی مشن راولپنڈی

۱۷ ربیع الاوّل ۱۳۷۷ھ

مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۷ء

RAZA.
Society.

مطبوعاتِ پاکستان حُسینی مشن راولپنڈی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	قیمت
۱	اہلبیتؑ کا احسان	ادیب اعظم مولانا سید ظفر حسن صاحب امروہوی	۸ر
۲	اہلبیتؑ اور اسلام	” ” ” ” ” ” ” ” ”	۸ر
۳	حکم الٰہی علی ابن ابی طالبؑ	علامہ سید مجتبیٰ حسن صاحب کامونپوری مجتہد العصر	۱۲ر
۴	مقتل الضحاک مشرقی	” ” ” ” ” ” ” ” ”	۵ر
۵	شاہزادۂ شیر عالم مجرت میں (حصہ اوّل)	پروفیسر خواجہ محمد لطیف صاحب انصاری	۱۲ر
۶	” ” ” ” (حصہ دوم)	” ” ” ” ”	۱۲ر
۷	مسلمانوں کے مذہب پر مختلف غیر اسلامی ثقافتوں کے اثرات	خانصاحب آغا محمد سلطان مرزا دہلوی ریٹائرڈ ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج	ایک روپیہ
۸	تحریک حسینؑ علیہ السلام	” ” ” ” ” ”	۸ر
۹	قرآن اور جغرافیائی مسائل	سید رضا علی رضوی صاحب ایم اے پی۔ ٹی۔ ایچ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ	۸ر
۱۰	اسلامی سیاست کا ابتدائی مطالعہ	سیدہ رضیہ جعفری صاحبہ ایم اے (سیاسیات) پی۔ ٹی۔ ایچ۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ	دو روپے
۱۱	مختصر اعمال ماہِ رمضان	ادارہ	مفت
۱۲	بارگاہِ حسینؑ میں عقیدت کے چند پھول	ادارہ	مفت

ملنے کا پتہ

(۱) ناظم اعلیٰ پاکستان حُسینی مشن پی/۱۱۴۰ (P.1140) سید پور روڈ۔ راولپنڈی
(۲) پاک کتب خانہ اردو بازار راولپنڈی
(۳) ادارہ معارفِ اسلام۔ ڈبی بازار۔ لاہور

ہمدرد سٹیم پریس راولپنڈی